لجنہ سال//2020-2021//شمارہ نمبر 2

النصرت

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کا تعلیمی و تربیتی مجلّہ

مزید ملاحظہ فرمائیے!

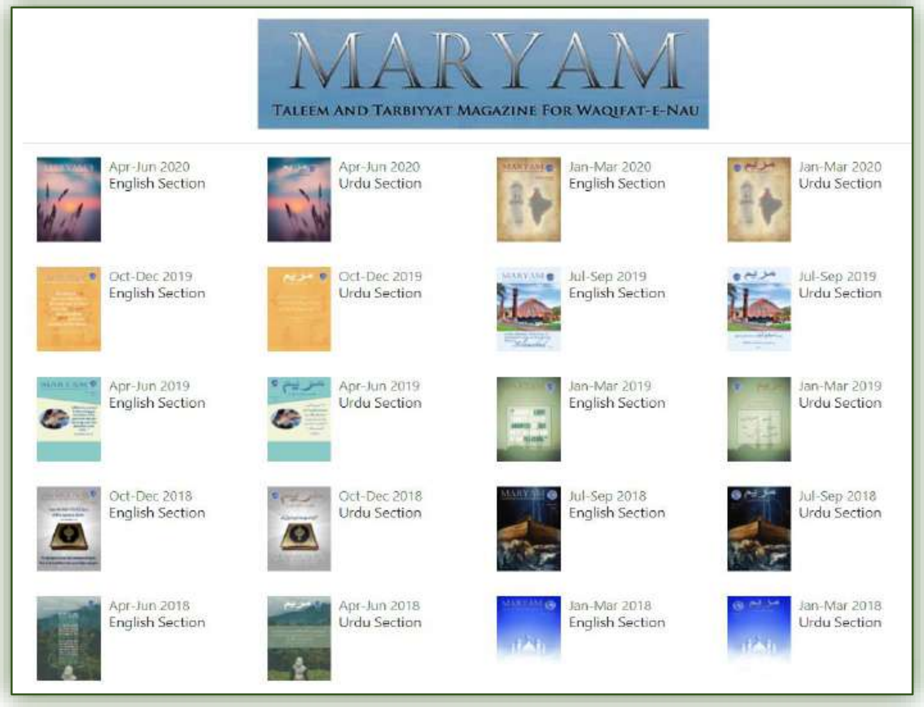

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النصرت

عہد لجنہ اماء اللہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

”میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان،مال،وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی۔نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔“ ان شاءاللہ

فہرست مضامین

قرآن کریم	2
حدیث النبی ﷺ	4
کلام الامام	5
اِداریہ	6
خطاب۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض اور احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں	7
مضمون۔حضرت مرزا حافظ ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور خدمتِ قرآن (تسنیم لطیف صاحبہ)	16
مضمون۔حضرت مصلح موعودؓ کی خوبصورت عائلی زندگی((ستارہ انجم صاحبہ)	23
مضمون۔جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے(رضیہ سہیل صاحبہ)	28
نظم۔حمد ربّ جلیل(امتہ الکریم صاحبہ)	33
مضمون۔محبّت۔ایک احساس(نادیہ راجہ صاحبہ)	34
مضمون۔یادِ رفتگاں۔اُڑ گئی وہ بلبلِ باغِ بہشت۔۔(عائشہ منہاس صاحبہ)	38
مضمون۔اُمّ مریم علیھا السلام۔(فریدہ بشارت)	41
بزمِ ادب۔تعارف و نمونہ کلام شاعرہ ’درِّ عدن‘۔(ہبہ باقی صاحبہ)	45
بزمِ ادب۔ منتخب اشعار (متفرق شرکاء)	48
پکوان۔ترکیب:مکئی کے بسکٹ:۔(منظورہ ناہید صاحبہ)	49

﴿قرآن کریم﴾

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۲﴾

(سورۃ الروم۔ آیت 42)

ترجمہ:

لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں بدیاں کمائیں ان کے نتیجہ میں فساد خشکی پر بھی غالب آ گیا اور تری پر بھی تا کہ وہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے تا کہ شاید وہ رجوع کریں۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

"ایک وہ وقت ہوتا ہے کہ جب دنیا میں اندھیرا ہوتا ہے اور ہر قسم کی غلطیاں اور غلط کاریاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ خدا کی ذات پر شکوک۔ اسماء الٰہیہ میں شبہات۔ افعال اللہ سے بے اعتنائی اور مسابقت فی الخیرات میں غفلت پھیل جاتی ہے۔ اور ساری دنیا پر غفلت کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا کوئی برگزیدہ بندہ اہلِ دنیا کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور اپنے مولیٰ کی عظمت و جبروت دکھانے، اسماء الٰہیہ و افعال اللہ سے آگاہی بخشنے کے واسطے آتا ہے۔ تو ایک کمزور انسان تو ساری دنیا کو دیکھتا ہے کہ کس رنگ میں رنگین اور کس دُھن میں لگی ہوئی ہے۔ اور اس مامور کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ سب سے الگ اور سب کے خلاف کہتا ہے۔ کل دنیا کے چال چلن پر اعتراض کرتا ہے۔ نہ کسی کے عقائد کی پرواہ کرتا ہے نہ اعمال کا لحاظ۔ صاف کہتا ہے۔ کہ تم بے ایمان ہو اور نہ صرف تم ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ سارے دریاؤں جنگلوں۔ بیابانوں۔ پہاڑوں اور سمندروں اور جزائر۔ غرض ہر حصّہ دنیا پر فساد مچا ہوا ہے۔ تمہارے عقائد صحیح نہیں۔ اعمال درست نہیں۔ علم بُودے ہیں۔ اعمال ناپسند ہیں۔ قویٰ اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر کمزور ہو چکے ہیں۔ کیوں! بِمَا

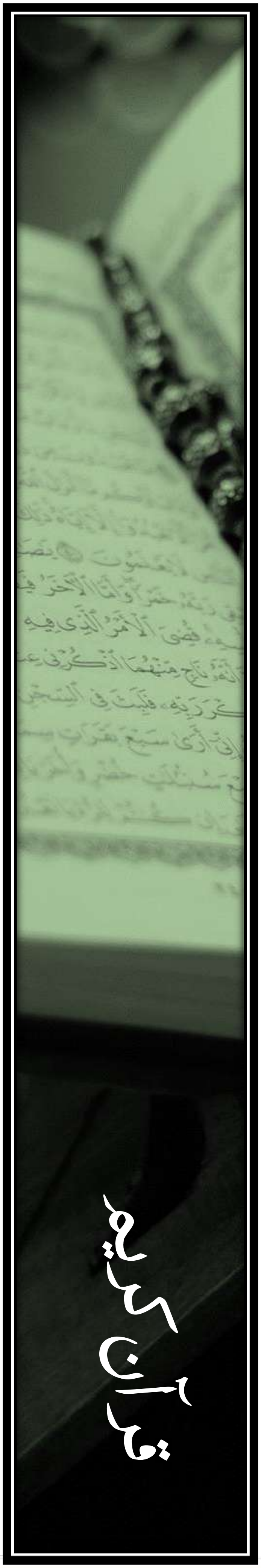

كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ تمہاری اپنی ہی کرتوتوں سے۔ پھر کہتا ہے۔ دیکھو میں ایک ہی شخص ہوں۔ اور اس لیے آیا ہوں کہ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا ۔لوگوں کو ان کے بد کرتوتوں کا مزہ چکھا دیا جاوے۔ بہت سی مخلوق اس وقت ایسی ہوتی ہے کہ ان کے عدم اور وجود کو برابر سمجھتی ہے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ بالکل غفلت ہی میں ہوتے ہیں۔ انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور کچھ مقابلہ و انکار پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جبروت دکھانا چاہتا ہے۔ وہ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو مال و دولت کنبہ اور دوستوں کے لحاظ سے بہت ہی کمزور اور ضعیف ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے رؤسا اور اہل تدبیر لوگوں کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی ہی نہیں ہوتی۔ یہ اس مامور کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یعنی ضعفاء سب سے پہلے ماننے والے کیوں ہوتے ہیں؟ اس لئے کہ اگر وہ اہلِ دُوَل مان لیں تو ممکن ہے خود کہہ دیں۔ کہ ہمارے ایمان لانے کا نتیجہ کیا ہوا۔ دولت کو دیکھتے ہیں۔ املاک پر نگاہ کرتے ہیں۔ اپنے اعوان و انصار کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے خدا کی عظمت و جبروت اور ربوبیت کا ان کو علم نہیں آسکتا۔ لیکن جب ان ضعفاء کو جو دنیوی اور مادی اسباب کے لحاظ سے تباہ ہونے کے قابل ہوں۔ عظیم الشان انسان بنا دے اور اُن رؤسا اور اہل دُوَل کو ان کے سامنے تباہ اور ہلاک کر دے تو اس کی عظمت و جلال کی چمکار صاف نظر آتی ہے۔

غرض یہ سِرّ ہوتا ہے کہ اوّل ضعفاء ہی ایمان لاتے ہیں۔ اس دُبدھا کے وقت جبکہ ہر طرف سے شورِ مخالفت بلند ہوتا ہے۔ خصوصاً بُرے لوگ سخت مخالفت پر اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ آدمی ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے چُن لیتا ہے اور وہ اس راستباز کی اطاعت کو نجات کیلئے غنیمت اور مرنے کے بعد قُربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور بہت سے مخالفت کیلئے اٹھتے ہیں جو اپنی مخالفت کو انتہاء تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد آجاتی ہے۔ اور زمین سے آسمان سے دائیں سے بائیں سے غرض ہر طرف سے نصرت آتی ہے اور ایک جماعت تیار ہونے لگتی ہے۔ اس وقت وہ لوگ جو بالکل غفلت میں ہوتے ہیں اور وہ بھی جو پہلے عدم و وجود مساوی سمجھتے ہیں آ آکر شامل ہونے لگتے ہیں۔ وہ لوگ جو سب سے پہلے ضعف و ناتوانی اور مخالفت شدیدہ کی حالت میں آکر شریک ہوتے ہیں انکا نام سابقین اوّلین، مہاجرین اور انصار رکھا گیا۔ مگر ایسے فتوحات اور نصرتوں کے وقت جو آکر شریک ہوئے ان کا نام نَاس رکھا ہے۔

یاد رکھو جو پودا اللہ تعالیٰ لگاتا ہے، اسکی حفاظت بھی فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا کو اپنا پھل دینے لگتا ہے لیکن جو پودا احکم الحاکمین کے خلاف اس کے منشاء کے موافق نہ ہو اس کی خواہ کتنی ہی حفاظت کی جاوے وہ آخر خشک ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اور ایندھن کی جگہ جلایا جاتا ہے۔ پس وہ لوگ بہت ہی خوش قسمت ہیں جن کو عاقبت اندیشی کا فضل عطا کیا جاتا ہے۔"

(الحکم 7 فروری 1906ء صفحہ 2 بحوالہ حقائق الفرقان - آن لائن صفحہ 357-358)

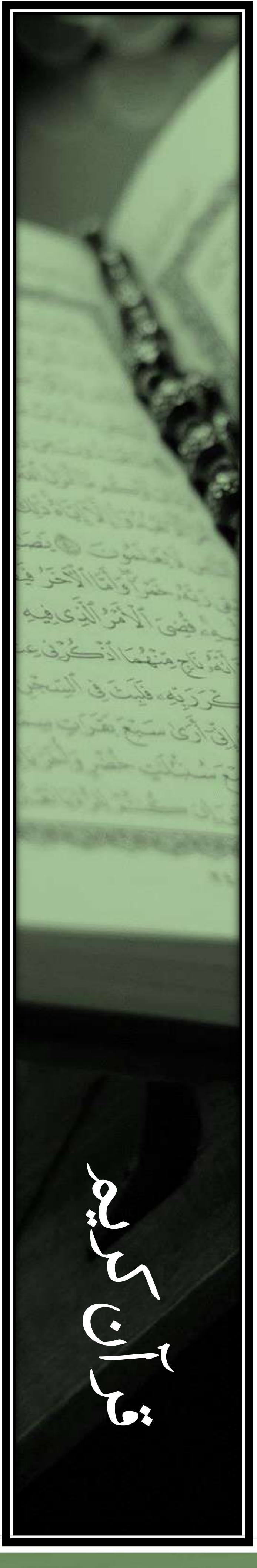

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلاَنِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلاَّ مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

(ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ 2641)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر بھی وہ حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے جن میں ایسی مطابقت ہوگی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسرے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہوا تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا بدبخت نکل آئے گا۔ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ لیکن ایک فرقے کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ! یہ ناجی فرقہ کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہؓ کی سنت پر عمل پیرا ہو گا۔

(حدیقۃ الصالحین)

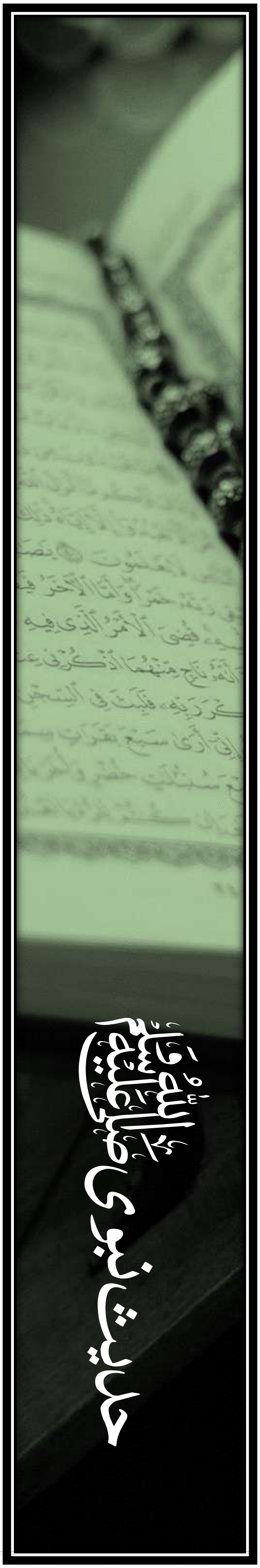

کلام الامام

جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اس نے ہماری دعوت سنی ہو یا نہ سنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔ اس وقت تقویٰ عنقا یا کبریت کی طرح ہو گیا ہے۔ کسی کام میں خلوص نہیں رہا بلکہ ملونی ملی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس ملونی کو جلا کر خلوص پیدا کرو۔ اس وقت ظہر الفساد فی البر والبحر کا نمونہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت یورپ اور دیگر ممالک کی بگڑی ہوئی حالتوں کا علم نہ تھا خدا تعالیٰ کی وحی پر ایمان تھا اور اب عرفان کی حالت پیدا ہو گئی ہے جو چاہے ان ممالک میں جا کر دیکھ لے۔

(الحکم جلد 7 نمبر 2 مورخہ 17 جنوری 1903ء صفحہ 10-11)

اس وقت لوگ روحانی پانی کو چاہتے ہیں۔ زمین بالکل مر چکی ہے۔ یہ زمانہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا ہو گیا ہے۔ جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں۔ جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے مراد اہلِ کتاب ہیں۔ جاہل و عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہو گیا ہے جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو دنیا کی حالت بدل گئی ہے۔ روحانیت باقی نہیں رہی اور نہ اِس کی تاثیریں نظر آتی ہیں اخلاق اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے۔ خدا پرستی اور خدا شناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے اس لئے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نورِ نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلوں کو روشنی بخشے۔ خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔ اس نے اپنے فضل سے اس وقت اس نور کو نازل کیا ہے مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

(الحکم جلد 7 نمبر 12 مورخہ 31 مارچ 1903ء صفحہ 2)

اداریہ

آداب! اس بار بالخصوص اور زیادہ تر اُن مضامین کو شامل کیا گیا ہے جن کا تعلق خلفائے کرام کی ذات سے تھا، تاکہ اِس بار 'النصرت' لجنہ کے اُن جذبات کی ترجمانی کر سکے جو ہمارے جماعتی سال کے بہترین اور مصروف ترین مواقع پر تشکر اور احساسِ فخر سے لبریز ہونے کی وجہ سے جنم لیتے ہیں، جی ہاں میری مراد 20 فروری یعنی 'یومِ مصلح موعودؓ' اور 23 مارچ یعنی 'یومِ مسیح موعود علیہ السلام' جیسے یادگار مواقع سے ہے۔

ہماری مصنّفات نے جس طرح خلفائے کرام کی ذاتِ بابرکات کو استحسان سے یاد کیا ہے، ہماری دعا ہے کہ وہ پڑھنے والوں کے دلوں میں بھی محبت اور عقیدت کے لطف کو دوچند کر دے۔ قارئین سے سبھی لکھنے اور ترتیب دینے والوں کے لیے عاجزانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔ اِسی کے ساتھ ہم آپ کی بھی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ آپ بھی ہمیں اپنی تحریرات سے نوازیں اور دعائیں لینے والوں کی فہرست میں جگہ بنائیں۔

اِس شمارے کو سیّدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز کے خطاب فرمودہ جلسہ سالانہ 25 جولائی 2009ء سے زینت بخشی گئی ہے جو کہ 'حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض اور احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نصائح کے یہ قیمتی موتی ہم ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھوں میں سجانے والی ہوں اور انہیں عمل کی خوبصورت لڑیوں میں پرو کر اپنے دین و دنیا کا زیور بنانے والی ہوں۔ آمین۔

زیرِ نگرانی	ڈاکٹر فریحہ خان (صدر لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ) لبنیٰ سہیل (سیکریٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ)
مدیرہ	فریدہ بشارت
نائب مدیرہ	صدیقہ سلطانہ
مجلس اِدارت	قانتہ راشد صاحبہ، نصیرہ نور صاحبہ، سائحہ معاذ صاحبہ
ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور ڈیزائننگ	رافعہ کوثر، عاصمہ بدر، بشریٰ لطیف، ہبہ باقی، ستارہ جمیل خولہ وحید، شمسہ انور
مینیجر	اسماء شاہد
معاونہ	عاطفہ احمد
تصاویر	بشکریہ مخزنِ تصاویر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض اور

احمدی مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خواتین سے خطاب

فرمودہ 25 جولائی 2009ء بر موقع جلسہ سالانہ یوکے بمقام حدیقۃ المہدی (آلٹن)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میں اِس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالَم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اُس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہر گز اُس کو خدا تعالیٰ اور عالَم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے"۔

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 292-291 حاشیہ)

جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں دنیا کی یہ حالت تھی جس کا ہر وہ دل جس میں خدا تعالیٰ کا خوف تھا اور جس کے دل میں اسلام کا کچھ درد تھا، یہ اظہار کرتا تھا اور دُعائیں کرتا تھا کہ کوئی مردِ میدان کھڑا ہو اور اسلام کی اِس ڈولتی کشتی کو سنبھالے۔ دُنیا میں ہمیشہ ایسی ہی حالتیں ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی بھیجتا ہے تاکہ وہ انبیاء لوگوں کو اپنے پیدا کرنے والے کی پہچان کروانے کی کوشش کریں۔ ایسی ہی حالت کا قرآنِ کریم نے ایک جگہ یوں نقشہ کھینچا ہے، فرمایا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

(سورۃ الروم۔ آیت 42)

یعنی خشکی اور تری میں لوگوں کے کاموں کی وجہ سے فساد برپا ہو گیا اور اِس فساد کا اور بہت بڑے فساد کا، جس نے تمام دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا وہ زمانہ تھا جب اِس فساد کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے عظیم نبی کو، جن کا نام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، کُل انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِن الفاظ کہ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی خشکی میں اور تری میں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "مراد اِس سے یہ ہے کہ اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب سب بگڑ چکے تھے اور قسم قسم کے فساد اور خرابیاں اُن میں پھیلی ہوئی تھیں"۔

(ملفوظات ( )

تو اِس حالت میں اُس زمانہ میں آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے اور پھر ایک دنیا نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا۔ شرک کی انتہا کو پہنچے ہوئے خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنے والے ہو گئے۔ اخلاقی گراوٹوں کی انتہا کو پہنچے ہوئے با اخلاق بن گئے۔ خود غرضیوں کی تمام حدیں پھلانگنے والے حقوق العباد کی ادائیگی اور قربانی کی مثال بن گئے۔ عورتوں کے حقوق پامال کرنے والے عورتوں کے حقوق کے پاسبان بن گئے۔ وہ لڑکی جو کسی گھر میں جب پیدا ہوتی تھی تو باپ کا چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا اور وہ شرم سے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا تھا اور اس تلاش میں ہوتا تھا کہ کب موقع ملے تو میں اِس کو زندہ درگور کروں۔ وہی لڑکی جنت کی بشارت کا سامان بن گئی اور عزت و احترام سے دیکھی جانے لگی۔ اور اس انقلاب سے فیض پانے والے جو تھے اُن میں بتوں کو پوجنے والے بھی تھے، یہودیوں میں سے بھی تھے، عیسائیوں میں سے بھی تھے جن کی اِس فیض پانے کے بعد کایا پلٹ گئی اور اسلام کا جھنڈا بلندیوں پر لہراتا چلا گیا جب تک کہ مسلمان اُس تعلیم سے حقیقی رنگ میں فیض پاتے رہے اور اعمالِ صالحہ بجالاتے رہے۔ اور جب اُس تعلیم کو بھلایا تو پھر جو زوال تھا وہ لازم تھا اور وہ آیا اور پھر دوبارہ زمین میں فساد برپا ہوا۔ غیر مذاہب کی حالت تو تباہی کے گڑھے کی طرف لے جانے والی تھی ہی کیونکہ اُن کی تعلیمیں پرانی ہو چکی تھیں، اُن میں کئی تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ خود مسلمان بھی شرکِ ظاہری اور خفی میں مبتلا ہو چکے تھے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ کے وقت اپنے خاص بندے مبعوث فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق کو دنیا میں بھیجا تا کہ وہ پھر اس دین کی شان اور عظمت قائم کرنے کے لئے جری اللہ کا کردار ادا کرے، جس کے قائم کرنے کے لئے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے۔

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس اقتباس میں اعلان فرمایا ہے، آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی غلامی میں اُن کاموں کی سرانجام دہی کے لئے بھیجا ہے جن کے لئے آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور وہ کام یہ تھے جیسا کہ آپؑ خود فرماتے ہیں کہ مجھے کس لئے بھیجا گیا۔ فرمایا تا کہ ایمانوں کو مضبوط کریں، اللہ تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کریں، تیسرے یہ کہ عالمِ آخرت کی حقیقت واضح کریں، چوتھے یہ کہ دنیا پرستی کی بجائے خدا پرستی کی طرف دنیا کو لائیں، پانچویں یہ کہ قول و فعل کے تضاد کو دُور کر دیں، نمبر چھ یہ کہ اعمالِ صالحہ بجالانے کی طرف توجہ دلائیں۔

یہ چیزیں ہیں جو آپؑ نے اپنے اِس اقتباس میں بیان فرمائی ہیں اور جب یہ باتیں پیدا ہوں گی تو پھر انسان اپنی پیدائش کے مقصد کو پہچاننے والا بن سکے گا۔ تب اُس حقیقی انقلاب سے حصہ پانے والا بن سکے گا جو آج سے چودہ پندرہ سو سال پہلے آیا تھا جس نے صدیوں کے مُردے زندہ کر دیئے تھے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر، آپؑ سے عہدِ بیعت کر کے ہم نے حقیقی روحانی انقلاب برپا کرنے والوں میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ پس آج ہماری بہت بڑی ذمّہ داری ہے کہ اپنے جائزے لیتے ہوئے دیکھیں کہ کیا ہم اُن مقاصد کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیتے ہوئے، جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے، اپنے آپ کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہے اور جو خوب کھول کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے اِس زمانہ میں پیش فرمائی ہے۔

پس آئیں اور سب سے پہلے یہ جائزہ لیں کہ ہمارے ایمان کس حد تک مضبوط ہیں۔ در اصل تو یہ ایمان ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا باعث بنتا ہے۔ آخرت پر یقین پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا کرتا ہے اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی طرف توجہ رہتی ہے۔ پس یہ سمجھ لینا کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود مان لیا، مہدی موعود مان لیا تو ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہو گئے۔ صرف

اتنا کافی نہیں ہے۔اِس مان لینے کی حالت کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایاہے کہ:

قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا

(الحجرات15)

کہ یہ تو کہو کہ ہم نے کچھ حد تک فرمانبرداری اختیار کر لی لیکن ایمان فرمانبرداری سے اگلا قدم ہے۔جب کامل فرمانبرداری ہو جائے تو پھر ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔پھر انسان ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک تم نے اَسۡلَمۡنَا تو کہہ دیا لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جاننے والا ہے، فرماتا ہے کہ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا تم ایمان نہیں لائے۔ابھی تم نے اس فرمانبرداری کی بہت سی منازل طے کرنی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ط(الحجرات15) کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔پس ایمان کا مسئلہ ایک بہت ہی نازک اور باریک مسئلہ ہے۔اگر ہمیں اپنے جائزے لیتے ہوئے یہ بات نظر نہ آئے کہ روحانی حالت میں ہمارا آج ہمارے گزرے ہوئے کل سے بہتر ہے تو پھر ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"ایمان صرف اِسی کا نام نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ لیا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

پر ایمان ایک نہایت باریک اور گہرا راز ہے اور ایک ایسے یقین کا نام ہے جس سے جذباتِ نفسانیہ انسان سے دُور ہو جاویں اور ایک گناہ سوز حالت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے" (یعنی گناہوں کو جلانے والی حالت پیدا ہو جائے)"

(ملفوظاتؔ)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

"ایمان کی دو ہی نشانیاں ہیں۔اوّل درجہ یہ ہے کہ گناہ کو انسان چھوڑ دے اور ایسی حالت اس کو میسر آ جاوے کہ گناہ کرنا گویا آگ میں پڑنا ہے یا کسی کالے سانپ کے منہ میں انگلی دینا ہے یا کوئی خطرناک زہر کا پیالہ پینے کے برابر ہے......"اور (دوسرے یہ کہ)"انشراحِ صدر سے نیکی کرنے پر قادر ہو جاوے۔"

(ملفوظاتؔ)

اور انشراحِ صدر سے نیکی کیا ہے؟ یہ وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے موافق ہوں اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنّت کے مطابق ہوں۔پس یہ ہے ایمان کی حالت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔اب دیکھیں اور جائزے لیں۔قرآن کریم کھولیں اور پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کے کیا احکام ہیں۔

آجکل کے معاشرے میں بعض نوجوان بچوں اور بچیوں پر دنیاوی تعلیم کی وجہ سے یہ اثر ہے کہ مستقل دینی ماحول میں رہنا، ہر وقت اللہ رسول کی باتیں سننا، اِس قسم کی یکسانیت ہے جس سے کبھی کبھی اُن کو باہر آنا چاہئے اور یہ fun ہے، یہ ایک تفریح ہے۔یہ تفریح ہے جو اُن کی تھکاوٹ کو دُور کرنے کے لئے ضروری ہے۔یہ خیالات عام ہوتے جا رہے ہیں۔اِس بات سے کوئی انکار نہیں کہ دماغی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے تفریح ہونی چاہئے لیکن اگر کوئی تفریح اللہ تعالیٰ کے واضح حکموں کے خلاف ہے تو وہ تفریح نہیں بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے آگ میں گرنے کے مترادف ہے یا سانپ کے منہ میں اُنگلی دینے کے برابر ہے یا زہر کا پیالہ پینے والی بات ہے۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تبھی مضبوط ہوتا ہے جب یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے۔بعض بُرائیاں اِس لئے پیدا ہو جاتی ہیں کہ بُرائی کرنے والا سمجھ رہا ہوتا ہے کہ مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا اور اُس وقت انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (آل عمران157) کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اُسے دیکھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان یہی ہے کہ انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ہو۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اگر پردہ کا حکم دیا ہے تو پردہ کا یہ حکم صرف جلسہ پر آنے کے لئے نہیں دیا۔ یا جماعتی فنکشنز پر مسجد آنے کے لئے نہیں دیا۔ یا میرے سے ملاقات کے وقت کے لئے صرف یہ حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ مومنوں کی بیویوں کو یہ حکم دیا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے:

(الاحزاب:60)

اور مومنوں کی بیویاں جب گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادروں کو اپنے اوپر ڈال لیا کریں۔ یہ مومنوں کی بیویوں کی پہچان ہے۔ اور مومنوں کی بیویاں بھی مومن ہی ہوتی ہیں۔ شادی کے احکام میں بھی یہی حکم ہے کہ تم مومن عورتوں سے شادی کرو یا مومن عورتوں کو یہ حکم ہے کہ تم مومن مردوں سے شادی کرو۔ پس یہ پردہ کسی خاص موقع کے لئے نہیں ہے بلکہ گھروں سے باہر نکلتے ہوئے ہر اُس عورت کے لئے فرض ہے جو اپنے آپ کو مومن کہتی ہے اور بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں اپنے آپ کو شامل سمجھتی ہے۔ اور اِس میں اُن مَردوں کے لئے بھی حکم ہے جو اپنی بیویوں کے پردے اِس لئے اُتروا دیتے ہیں کہ ہمیں باہر سوسائٹی میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا backward ہے، اپنی بیویوں کو پکّا پردہ کرواتا ہے۔ یہاں یورپ میں پردہ کے خلاف وقتاً فوقتاً اُبال اُٹھتا رہتا ہے اور فرانس اس میں پیش پیش ہوتا ہے۔ وہیں سے عام طور پر یہ تحریکیں شروع ہوتی ہیں۔ اور پھر ردّ عمل کے طور پر مسلمانوں کی طرف سے پردہ برداروں کا ایک جلوس نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پردہ کے اِن جلوسوں میں اکثر مُنہ لپیٹے ہوئے وہ لوگ ہوتے ہیں اور پردہ کرنے والوں کی اُن میں ایسی تعداد ہوتی ہے جو آپ کو بازار میں اکثر ننگے مُنہ پھرتی نظر آئیں گی بلکہ لباس بھی قابلِ شرم ہوں گے۔ یہ اس لئے ہے کہ اُن کی کوئی رہنمائی نہیں ہے۔ ایک وقتی جوش اور اُبال ہے جو ردّ عمل کے طور پر ظاہر ہوتا ہے اور جو پردے پر پابندی کا ردّ عمل ہے۔ لیکن ایک احمدی عورت اور ایک احمدی نوجوان لڑکی جو پردہ کی عمر کو پہنچ چکی ہے، اُسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ پردہ اُس کے ایمان کا حصّہ ہے۔ اُن احکامات میں سے ہے جن کا قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی احمدی بچیاں اِس حقیقت کو سمجھتی ہیں۔

گزشتہ دنوں پردہ کے خلاف فرانس میں جو رَو چلی تھی اُس پر ایک احمدی نوجوان بچی جو وقفِ نو بھی ہے اور جرنلزم میں ماسٹرز کر رہی ہے، اُس نے اخبار کو خط لکھا کہ ایک طرف تو یورپ فرد کی آزادی اور مذہبی آزادی کا نعرہ لگاتا ہے اور دوسری طرف پردہ جو ہمارے مذہب کے احکامات میں سے ایک حکم ہے اُس پر تم پابندی لگاتے ہو جبکہ ہم جو پردہ کرنے والی خواتین ہیں اُسے خوشی سے قبول کرتے ہوئے اپنے خدا کے حکم کے مطابق اُس پر عمل کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تمہارا جو مذہبی آزادی دینے کا دعویٰ ہے صرف ایک اعلان ہے اور اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آج کل مسلمانوں میں سے اکثریت ایسی ہے جو پردہ نہیں کرتی اور اب تو ان کے لباس بھی اتنے ننگے ہوگئے ہیں کہ ٹی وی وغیرہ پر بعض دفعہ جو پروگرام آرہے ہوتے ہیں، انہیں دیکھ کر شرم آتی ہے اور پھر یہ مسلمان کہلانے والی ہیں۔ اور خشکی اور تری میں فساد سے یہی مُراد ہے کہ نہ دین باقی رہا نہ اسلام باقی رہا لیکن پھر بھی مسلمان کہلانے والی ہیں۔

لیکن ایک احمدی عورت جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے اُسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے احمدیت صرف اپنے ماں باپ کی عزّت کی وجہ سے قبول نہیں کرنی یا صرف اِس لئے اپنے آپ پر احمدیت کا لیبل چسپاں نہیں کرنا کہ ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہونے کی مجھے سعادت ملی ہے اور اِس کے علاوہ میرا کوئی اور راستہ نہیں کہ میں اپنے احمدی ہونے کا اعلان کروں کیونکہ میرے گھر والے احمدی ہیں، میرا خاندان احمدی ہے۔ اِس لئے ہمیشہ یہ خیال رکھیں کہ ایک احمدی عورت کو احمدیت کی تعلیم کا پتہ ہونا

چاہئے۔ ایمان کی مضبوطی کا پتہ ہونا چاہئے۔ ایک احمدی کی عزّت اِس بات میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کے بعد اپنے ایمان میں اتنی مضبوطی پیدا کریں کہ دنیا کی کوئی خواہش اُسے اُس کے ایمان سے ہٹا نہ سکے، اُس کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے۔

احمدی ماؤں کا بھی یہ کام ہے کہ اپنے بچوں کی اِس رنگ میں تربیت کریں کہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اُس کو راضی کرنے کے لئے ہر کوشش اُس کی اوّلین ترجیح ہو۔ اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک احمدی مائیں بھی اپنے آپ کو ایمان کے اعلیٰ معیار تک لے جانے کی کوشش نہیں کریں گی۔ ماؤں کے قدموں میں جو جنّت رکھی گئی ہے وہ اس لئے ہے کہ جہاں اُن کا اپنا ایمان اور خشیّت اللہ بلندیوں پر ہو وہاں اُن کی نیک تربیت سے اُن کے بچوں کے ایمان بھی ترقی پذیر ہوں ورنہ ہر ماں تو جنّت کی خوشخبریاں دینے والی نہیں ہے۔ پس ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے کو یاد کریں کہ میں ایمانوں کو مضبوط کرنے آیا ہوں۔

پردہ کی ایک مثال مَیں نے یہاں کے ماحول کے بچیوں کی ذات پر اثر انداز ہونے کی وجہ سے دی ہے۔ اِس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہاں سے میری مُراد صرف انگلستان کی احمدی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں نہیں ہیں بلکہ یورپ میں بسنے والی بھی ہیں اور امریکہ، کینیڈا وغیرہ میں بسنے والی بھی ہیں اور افریقہ میں بسنے والی بھی ہیں اور ایشیا میں بسنے والی بھی ہیں اور جو بھی مغرب کے ماحول سے یا غلط قسم کے ماحول سے، آزادی کے ماحول سے متاثر ہو کر قرآن کریم کی واضح تعلیم اور واضح حکموں کی خلاف ورزی کرتی ہیں وہ اپنے ایمانوں میں کمزوری دکھا رہی ہیں۔ بلکہ اب تو مجھے سے بھی شکایات آتی ہیں کہ بعض شہروں میں نوجوان لڑکیوں کے لباس قطعاً ایسے نہیں کہ وہ احمدی کہلا سکیں۔ جہاں اکثریت اللہ کے فضل سے شرعی احکامات کی پابندی کرنے والی ہے وہاں کئی پرانے اور اچھے احمدی خاندانوں کی لڑکیاں اپنے حجابوں سے نہ صرف باہر آ رہی ہیں بلکہ بعض اوقات اُن کے لباس بھی قابلِ اعتراض ہوتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے MTA کے ذریعہ تمام دنیا میں براہِ راست پیغام پہنچ جاتا ہے اس لئے مَیں جب بھی کسی بڑے فنکشن میں بات کرتا ہوں تو تمام دنیا کے احمدیوں کو ذہن میں رکھ کر کرتا ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ مُنہ سے یہ کہہ دینا کہ ایمان کے جو تمام رکن ہیں ہم اُن پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے کوئی نہیں جو ہمیں مومن کہنے سے روک سکے، یہ بڑی غلط سوچ ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ شیطان ہمیشہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے پہلے حملہ کرتا ہے اور پھر بڑی برائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بعض نوجوان بچے بچیاں یہ سمجھتے ہیں کہ بعض حرکات مثلاً لڑکے لڑکی کا، جو نا محرم بھی، ہیں اکیلے بازاروں میں گھومنا، لڑکے لڑکیوں کے گروپ کا ناچ گانے کی محفلیں لگانا وغیرہ اور اِس طرح کی بہت سی جو اور برائیاں ہیں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ اِس پہ زیادہ زور نہیں دینا چاہئے۔ اِن کو برائیاں سمجھ کر پھر یہ خیال کرنا کہ احمدی معاشرہ ان باتوں کو ناپسند کرتا ہے، یہ بھی ان کی سوچ ہے کیونکہ جماعت اِن معاملات میں زیادہ سخت ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ سب غیر اخلاقی باتیں ہیں اور دین اسلام اِس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اگر ان کی کوئی ایسی سوچ ہوتی ہے کہ کیونکہ احمدی معاشرہ ناپسند کرتا ہے اِس لئے کرتے جاؤ۔ اور اگر کوئی احمدی اُنہیں نہیں دیکھ رہا جسے ہماری یہ باتیں ناپسند ہیں یا پھر کوئی عہدیدار نہیں دیکھ رہا جس سے خطرہ ہو کہ شکایت پہنچ جائے گی یا کوئی بھی ایسا شخص جس سے یہ خطرہ ہو کہ شکایت لگا دے گا، وہ نہیں دیکھ رہا تو جو مرضی کرو، جس طرح دل چاہے کرو۔ یہاں مغربی معاشرے کا اثر ہے کہ جو برائی اپنی مرضی سے کی جائے جس سے دوسرے کا نقصان نہ ہوتا ہو تو وہ چاہے جتنی بھی اخلاق سوز ہو اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ اگر خدا تعالیٰ پر یقین ہے، جس کے ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے، تو کبھی یہ سوچ نہیں ہو سکتی۔ اور جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بھی تم عمل کرتے ہوئے سے مَیں دیکھ رہا ہوں۔

اگر ہر کام کرنے سے پہلے، چاہے آپ اُسے چھوٹا ہی سمجھ رہی ہوں، یہ خیال دل میں لے آئیں کہ جو میں کرنے جا رہی ہوں اسے خدا دیکھ رہا ہے۔ ایک طرف میرا احمدی ہونے کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف جس کو احمدی معاشرہ یا اسلامی معاشرہ برا سمجھتا ہے وہ مَیں کر رہی ہوں تو یقیناً اسلام میں ایسی حرکتیں منع ہی ہیں تبھی برا سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ سوچ ہو گی تو دنیا کے لہو و لعب سے بیزاری ہو گی اور نیک اعمال بجالانے کی طرف رغبت پیدا ہو گی۔

ایک طرف تو آج کل کے نام نہاد روشن معاشرے میں رہنے والے نوجوان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے اندر سچائی ہے اور ہم حق بات کہنے سے نہیں جھجکتے اور دوسری طرف جو اپنا عہد بیعت ہے اسے نہیں نبھاتے تو یہ کیسی سچائی ہے؟ ایک اعلان جو ہر نوجوان لڑکی اور نوجوان لڑکا اور مرد اور عورت یہ کر رہے ہوتے ہیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا لیکن جب معاشرے کے لہو و لعب، کھیل کود کا معاملہ آ جائے تو دین کی تعلیم بھول جاتے ہیں۔ ٹی وی چینلز اور انٹرنیٹ پر جو بیہودہ اور لغو فلمیں اور پروگرامز دکھائے جاتے ہیں، یہ بعض نوجوان بچے بچیاں بڑے شوق سے دیکھتے ہیں بلکہ بعض گھروں میں پورا گھرانہ ان کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ بڑے بھی اور چھوٹے بھی اور بچے بھی بلکہ نابالغ بچے بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اسے برائی نہیں سمجھا جاتا۔ جن گھروں میں بھی رشتوں کے بعد لڑکے لڑکی میں رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، اور پھر جن کے گھر اور جن کے رشتے رنجشوں کی وجہ سے ٹوٹتے ہیں ان کا میں نے جائزہ لیا ہے کہ ٹی وی کے بیہودہ چینلز کی آزادی، انٹرنیٹ اور لڑکے لڑکیوں کا آپس کا میل جول اور دوستیاں اس کی وجہ بنتی ہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کے بعد پھر ایسی عادتیں پڑ جاتی ہیں کہ شرافت کی زندگی گزاری ہی نہیں جا سکتی اور جو بھی شریف ماحول کا لڑکی یا لڑکا شادی ہو کر ایسے ماحول میں آتا ہے وہ کچھ عرصہ بعد ہی اس رشتے کو توڑ دیتا ہے۔

پس غور کریں، سوچیں کہ ایک طرف احمدی ہونے کا دعویٰ ہے، اُس شخص کی بیعت میں آنے کا دعویٰ ہے جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ مَیں دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ایمانوں کو مضبوط کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ لوگوں کو اعمالِ صالحہ پر چلانے کے لئے بھیجا گیا ہوں تو پھر اپنے عمل اُس سے بالکل اُلٹ کرنا یہ تو عجیب بات ہے۔

آج مَیں یہ باتیں خاص طور پر خواتین کے سامنے، لجنہ کے سامنے اِس لئے بیان کر رہا ہوں کہ یہ عورتوں کی ذمہ داری ہے۔ اُن ماؤں کی ذمہ داری ہے جن کی گود میں بچے پل رہے ہیں کہ بچپن سے ہی بچوں کے کانوں میں اچھائی اور برائی کی تمیز ڈالیں۔ بچپن سے ہی بچوں کو یہ بتائیں کہ ہم احمدی ہیں۔ اور کیوں احمدی ہیں؟ ہمارے میں اور دوسرے میں کیا فرق ہے؟

جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا اُن کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہم نے دنیا کو خدا کے حضور جُھکنے والا بنانا ہے یا ہم نے دنیا کو آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے قدموں تلے لانا ہے۔ لیکن یہ دعویٰ ہمارا ہے کہ ہم نے یہ کام کرنے ہیں۔ اسی طرح جو نوجوان بچیاں میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہیں اُن کی اپنی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے آپ کو دنیا کے لہو و لعب اور کھیل کود میں اور غلاظتوں میں نہ ڈالیں اور اِن سے بچا کر رکھیں کیونکہ آئندہ قوم کی تربیت کی ذمہ داری بھی آپ پر پڑنے والی ہے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام نے ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا پر غالب آنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی اٹل تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے۔ اگر آپ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے اور اپنی نسلوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گی تو اُس تقدیر کا حصہ بن کر دنیا و آخرت میں جنتوں کی وارث بنیں گی ورنہ اَور لوگ اس حق کو ادا کرنے کے لئے آگے آ جائیں گے۔ اِس ضمن میں مَیں ماں باپ کو بھی یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں اور پہلے بھی کئی مرتبہ اِس طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ ماں باپ جس طرح بچپن میں اپنے بچوں سے پیار محبت کا اور دوستانہ تعلق رکھتے ہیں، بڑے ہونے تک یہ تعلق قائم رکھیں۔ لڑکیاں ماؤں کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ اُنہیں ہر بات ماں سے کرنی چاہئے کیونکہ وہ کر سکتی ہیں۔ ماؤں کو ان کے اندر اتنا اعتماد پیدا کرنا چاہئے کہ وہ آپ سے ہر بات کریں۔

بے شک ماں باپ کا کام اپنے لڑکے لڑکیوں کی نگرانی کرنا اور تربیت کرنا ہے لیکن لڑکیوں کی تربیت زیادہ کرنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پھر آئندہ نسلوں کی زیادہ بہتر تربیت ہوتی ہے۔ گو اِس سے بعض نوجوان بچیوں نے یہ غلط تاثر لیا ہے اور میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ لڑکیاں اس بات سے شاکی ہیں کہ ماں باپ ہمارے پر زیادہ نظر رکھتے ہیں اور لڑکوں کو کچھ نہیں کہتے۔ اگر ماں باپ اپنے گھروں میں یہ تاثر پیدا کرتے ہیں تو غلط کرتے ہیں۔ جماعت کی آئندہ ترقی کے لئے لڑکوں کی تربیت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی لڑکیوں کی۔ اور لڑکوں کی تربیت میں بعض معاملات میں خاص طور پر ماں باپ دونوں کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہونا چاہئے اور یہ بہت ضروری ہے۔ لڑکوں کی تربیت کی اہمیت کے پیش نظر ہی حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی اس کے مخاطب ہیں۔ اگر باپ گھروں میں دینی باتیں کرتے رہیں تو بچوں کی دین کی طرف توجہ رہتی ہے۔ کئی مائیں مجھے شکایت کرتی ہیں کہ ہمارا بچہ چودہ پندرہ سال تک تو ٹھیک رہتا ہے اُس کے بعد مسجد آنے میں بھی کمی ہوتی ہے اور دوسری جماعتی مصروفیات میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ یہاں باپوں کا بھی کام ہے کہ باہر کی نگرانی کریں لیکن پیار سے اور خود ماں باپ کے نمونے ایسے ہوں کہ بچے سمجھیں کہ حقیقی زندگی یہی ہے جو ہمارے ماں باپ گزار رہے ہیں۔

اور ان بچیوں کو بھی مَیں کہتا ہوں جن کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ ہمارے ماں باپ لڑکوں پر اتنی سختی نہیں کرتے جتنی ہمارے پر کرتے ہیں یا اُتنی نظر نہیں رکھتے جتنی ہمارے پر رکھتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ ہمیشہ یہ سوچا کریں کہ ماں باپ میرا بُرا سوچ رہے ہیں یا اچھا؟ اور جب آپ اِس سوچ کے ساتھ ماں باپ کی باتوں کو سُنیں گی تو سوائے استثنائی صورت کے اِلَّا مَاشَاءَ اللہ اکثر بچے یہی کہیں گے کہ ہمارے ماں باپ ہماری بہتری کا ہی سوچ رہے ہیں اور محبت کے اُس جذبے کی وجہ سے سوچ رہے ہیں جو اُن کے دل میں ہمارے لئے ہے۔

یہاں میں ایک بات اَور واضح کرنا چاہتا ہوں اور اکثر مَیں ایسے نوجوانوں کو جو اپنی اسلامی اقدار بھول جاتے ہیں اور خاص طور پر جو اپنی اچھی معاشرتی روایات بھی بھول جاتے ہیں، یہ کہا کرتا ہوں کہ اپنے اندر اعتماد پیدا کرو کہ اسلامی تعلیم ہی سب سے اعلیٰ تعلیم ہے۔ یہی تعلیم تھی جس کو مسلمانوں نے جب تک اپنائے رکھا علم میں بھی ترقی کرتے رہے اور اخلاق میں بھی ترقی کرتے رہے۔ دنیا میں حکومتیں بھی اُن کے ہاتھ میں رہیں اور دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں ان سے خوفزدہ بھی رہیں۔ اور جب یہ سب کچھ جاتا رہا تو نہ علم رہا، نہ دین رہا، نہ دنیا رہی۔ اور یہ سب اِس لئے ہوا کہ اسلامی اخلاق اور قدروں کو بھول گئے۔ عورت اور شراب کی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ خود غرضی اُن میں پیدا ہو گئی۔ دھوکہ اور دو عملی ان میں پیدا ہو گئی۔ عورتیں اپنا تقدّس بھول گئیں۔ مرد اپنی ذمہ داریاں بھول گئے اور یہ تو اب اللہ تعالیٰ کا مسیح و مہدی کے زمانے کے ساتھ وعدہ ہے کہ ان کی اصلاح ہو گی اور اِس کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی کہ مسیح موعود کے بعد خلافت کا نظام جاری رہے گا اور جب خلافت کا نظام جاری ہے تو پھر قبلے بھی درست رہیں گے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں، عملِ صالح کرنے والوں، نمازوں کا قیام کرنے والوں اور زکوٰۃ دینے والوں اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ وعدہ ہے کہ خلافت کا نظام اُن میں جاری رکھے گا۔ لیکن ایسے لوگ جو اسلامی اقدار کو چھوڑ کر کسی احساسِ کمتری کی وجہ سے نام نہاد ترقی یافتہ دنیا کے غلط کاموں کی پیروی کرتے ہیں وہ نہ دین کے رہیں گے نہ، دنیا کے۔

کئی مرد، عورتیں میرے پاس آتے ہیں جن کو کچھ سال گزرنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم نے دنیا کی آزادی کو سب کچھ سمجھ کر اُسے اپنایا اور نقصان اُٹھایا۔ اور اب احساس ہوا کہ ہم غلط تھے اور ہمارے بڑے ہمیں سمجھانے والے صحیح تھے۔ پس بجائے اِس کے کہ بعد میں احساس ہو، بہتر یہی ہے کہ ابھی سے خدا تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہوئے اُس تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں جس نے پندرہ سو سال پہلے بھی خشکی اور تری کے فساد کو دور کیا اور اللہ تعالیٰ

کے وعدے کے مطابق آخرین میں بھی اِس خشکی اور تری کے فساد کو دُور کیا اور کر رہی ہے۔

احمدیت کی تاریخ بھی ایسے کئی واقعات سے بھری پڑی ہے کہ رشوت خور اور شرابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے کے بعد پانچ وقت کے نمازی، نوافل ادا کرنے والے اور ہمیشہ عملِ صالح کی تلاش میں رہنے والے بن گئے اور آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد ان نیکیوں پر قدم مارنے والی ہے۔ پس مَیں جب اس بارے میں توجہ دلاتا ہوں یا مجھ سے پہلے جو خلفاء نے توجہ دلائی تو اِس لئے کہ جماعت کی طرف منسوب ہونے والا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جو نیکیوں میں ترقی کی بجائے برائیوں میں بڑھ رہا ہو۔ اگر مَیں بعض باتوں کی طرف سختی سے توجہ دلاتا ہوں یا بعض پر سختی کرتا ہوں تو کسی غصے یا غضبناکی کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے یہ میرے فرائض میں داخل کیا ہے کہ ہمدردی کے جذبہ کے تحت ہر اُس شخص کو جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے، سانپ کے منہ میں جانے سے روکوں، دلی درد کے ساتھ اِس کی کوشش کروں۔

اب جبکہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پالیا ہے تو بار بار اُن راستوں کی طرف چلنے کی یاددہانی کرواؤں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہو کر اپنے عہدِ بیعت کا پاس کرتے ہوئے چلنے کی کوشش کرو تا کہ ہم خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ایک عام احمدی سے اِس شرط پر بیعت لی ہے کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا۔ ہمدردی کا یہ تقاضا ہے کہ ہر احمدی دوسرے سے ہمدردی کرے تو میرا تو سب سے زیادہ یہ فرض بنتا ہے۔ اِس لئے میں تلقین بھی کرتا ہوں اور اِس کے لئے میں دُعا بھی کرتا ہوں کہ ہر احمدی عورت، مرد، بچہ، جوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات پر پورا اُترنے والا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

”حقیقی جماعت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تب مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے اُن میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے اور ان کی زندگی گناہ کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے۔ نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہو جاویں۔ ...... اپنی خواہشات اور ارادوں، آرزوؤں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں۔......“

فرمایا کہ: ”یقینا جانو کہ جماعت کے لوگوں میں اور اُن کے غیر میں اگر کوئی مابہ الامتیاز ہی نہیں ہے“ (کوئی فرق ہی نہیں ہے) ”تو پھر خدا کوئی کسی کا رشتہ دار تو نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان کو عزت دے اور ہر طرح حفاظت میں رکھے اور اُن کو“ (جو غیر ہیں) ”ذلّت دے اور عذاب میں گرفتار کرے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ“

(المائدۃ:28)

(یقینا اللہ متقیوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ انہی کی قربانیاں قبول کی جاتی ہیں۔ انہی کی دُعائیں قبول کی جاتی ہیں)۔ فرمایا: ”متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔ نفس اور خواہشاتِ نفسانی کو اور دنیا و مافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں۔“ فرمایا: ”ایمان کا پتہ مقابلہ کے وقت لگتا ہے۔“

(ملفوظات)

پس یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے ایمان کے معیار کیا ہیں؟ کیا دنیا کے رسم و رواج ہمارے ایمان پر حاوی تو نہیں ہو رہے؟ کیا دنیا کے کھیل کود اور جو تمام تفریحیں ہیں اور جس کو ہم fun سمجھتے ہیں ہمارے ایمان پر اثر انداز تو نہیں ہو رہیں؟ کیا ہمارے دعوے اور منہ کے الفاظ ہمارے عمل سے مختلف تو نہیں؟۔ ہم جو دُنیاوی تعلیم سے اپنے آپ کو آراستہ سمجھتے ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم صحیح کو صحیح کہنے والی اور غلط کو غلط کہنے والی ہیں اور اِس کو کہنے سے نہیں جھجکتیں، کیا حقیقت میں ہم اس پر عمل کرنے والی بھی ہیں؟ پس جب

اپنے جائزے لینے کی عادت پڑے گی تو اصلاح کی طرف بھی توجہ ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر فرماتے ہیں کہ:

”ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہئے۔ اگر کسی کی زندگی بیعت کے بعد بھی اُسی طرح کی ناپاک اور گندی زندگی ہے جیسا کہ بیعت سے پہلے تھی اور جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ بُرے نمونے سے اَوروں کو نفرت ہوتی ہے اور اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔“

(ملفوظات)

پس آپؑ کا یہ خطاب جماعت کے ہر فرد مرد، عورت، جوان، بوڑھے اور بچے کے لئے ہے۔ عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ صرف مرد ہی اس کے مخاطب ہیں۔ پاک معاشرے کے قیام کے لئے عورت کو مردوں سے بڑھ کر کوشش کرنی چاہئے کیونکہ وہ اپنے خاوندوں کے گھروں کی نگران ہے کیونکہ وہ قوم کی نئی نسل کی تربیت گاہ ہے، کیونکہ وہ جماعت کی امانت جو بچوں کی شکل میں اُن کے پاس ہے اُس کی امین ہے۔ پس مَیں عورتوں سے کہوں گا کہ اپنے گھروں کی نگرانی کا حق ادا کریں۔ نئی نسل کی تربیت کا حق ادا کریں۔ جماعت کی امانت کا امین ہونے کا حق ادا کریں اور یہ حق تبھی ادا ہو سکتے ہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے عہدِ بیعت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والی بنیں گی۔ جب آپؑ کی بیعت کے مقصد کو سمجھنے والی بنیں گی۔

اِسی طرح مَیں نوجوان بچیوں سے بھی کہتا ہوں جو پندرہ سال سے اوپر پہنچ کر اِس معاشرے کے زیر اثر جس میں ہر جگہ فساد ہے اپنی انفرادیت کو بھول جاتی ہیں، اپنے مقام کو بھول جاتی ہیں، اپنے تقدّس کو بھول جاتی ہیں کہ اپنے تقدّس اور اپنے مقام کو سمجھیں۔ واقفاتِ نَو بچیوں نے تو دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہوا ہے اُن کے نمونے تو اعلیٰ ہونے ہی چاہئیں۔ جو بچیاں وقفِ نو میں شامل نہیں ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ اُن کو جماعت نظر انداز کرتی ہے۔ جماعت کی ہر بچی کا ایک تقدس ہے اِسے قائم رکھنا آپ کا فرض ہے۔

پس ہر احمدی بچی کا ایک مقام ہے اُس مقام کو ہر احمدی کو سمجھنا چاہئے۔ بہت سی بچیاں جو اس بات کو سمجھتی ہیں اُن کے پاک نمونوں کی وجہ سے مسلمانوں میں سے بھی اور غیر مسلموں میں سے بھی اُن کی ہم عمر بچیاں اُن سے تعلق کی وجہ سے جماعت سے تعلق رکھتی ہیں اور اُس کے نتیجے میں پھر آخر کار وہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو جاتی ہیں۔

پس اِس حقیقت کو سمجھیں کہ یہی چیز آپ کو خدا کی رضا حاصل کرنے والا بنائے گی۔ پس دنیا کی خواہشات کے پیچھے دوڑنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اِس تعلق میں مضبوطی پیدا کرتی چلی جائیں۔ اپنے نیک نصیب ہونے اور نیکیوں پر قائم رہنے کے لئے دُعائیں بھی کریں اور بہت دُعائیں کریں۔ جب اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق جوڑیں گی تو اللہ تعالیٰ قبولیت بھی فرماتا ہے تا کہ آپ کی گودوں میں پلنے والی آئندہ نسلیں بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے والی ہوں اور یہی تربیت اور خدا تعالیٰ سے تعلق ہے جو بچوں کے لئے بھی جنت کے دروازے کھلنے کا باعث بنے گی اور ماؤں کے لئے بھی جنت کے دروازے کھلنے کا باعث بنے گی۔

اللہ تعالیٰ سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اور اعمالِ صالحہ بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جنتوں کی وارث بنتی چلی جائیں۔ آمین۔ اب دعا کر لیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

اور خدمتِ قرآن

(تسنیم لطیف۔Cheam)

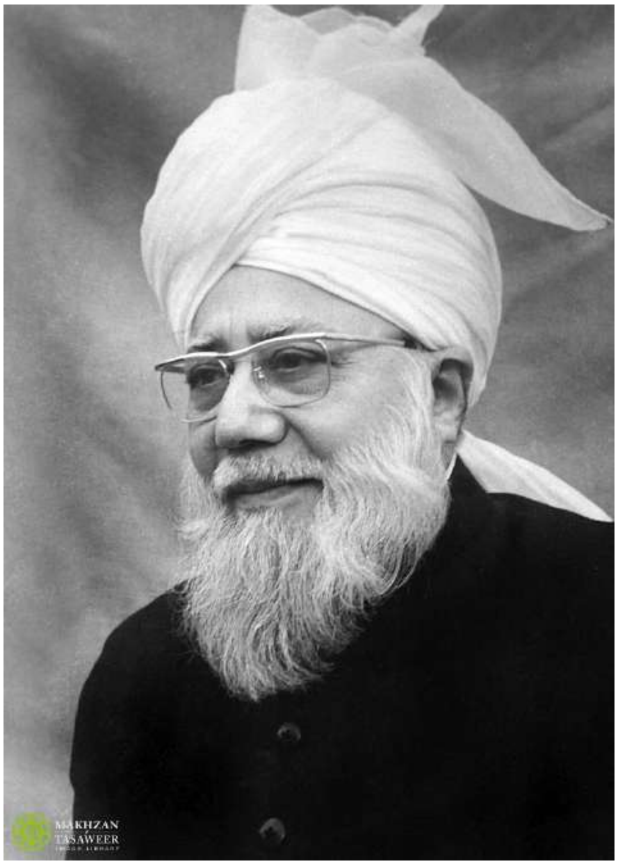

معزز بہنو! اب تک ہم النصرت کے گذشتہ شماروں میں خدمتِ قرآن کے حوالے سے خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ کے مبارک اور زرّیں ادوار سے گزر آئے ہیں۔ آیئے! اب جانتے ہیں کہ **یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ** کا یہ فریضہ خلافت احمدیہ کے تیسرے تاجدار کے سپرد ہوا تو آپؒ نے کس شان سے اس مشن کو آگے بڑھایا۔

خلافتِ احمدیہ حقہ کے تیسرے پاسبان، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الہام **اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّكَ** کے مظہر، حضرت مصلح موعودؓ کے فرزند اکبر حضرت مرزا ناصر احمد رحمہُ اللہ کے ذکرِ مبارک کی طرف آتے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ آپؒ، جنہیں خود بفضلِ خدا حافظِ قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا، آپؒ کی زندگی میں کلام اللہ اور اس کی محبت کس قدر بلند مرتبہ پر فائز ہوگی کہ آپؒ فرماتے ہیں:

’قرآن کریم ہماری زندگی، ہماری سوچ، ہماری جان، ہمارا سب کچھ ہے۔‘

(حیاتِ ناصر، جلد اوّل، صفحہ 317)

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مضامین پر غور اور تدبر آپؒ کا معمولِ زندگی رہا۔ قرآنی معارف اور دقائق کی تلاش میں گہرا شغف رکھتے تھے، ہمہ تن آپؒ کی کوشش ہوتی تھی کہ قرآنی انوار سے اپنا سینہ منور کرتے رہیں۔ قرآنِ کریم سے آپؒ کی محبت کی برکت ہی ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے آپؒ کو مکمل رہنمائی بھی خود عطا فرمائی کہ آپؒ کن راہوں سے خدمتِ قرآن کے کام کو لے کر آگے بڑھیں گے تو کامیابی آپؒ کا مقدر بنے گی۔

آپؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 5 اگست 1966ء میں فرمایا:

"کوئی پانچ ہفتہ کی بات ہے۔۔۔ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالم بیداری میں، مَیں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔۔۔ پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پر شوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی

'بشریٰ لکم'

۔۔۔دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ۔۔۔اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گذشتہ پیر کے دن مَیں ظہر کی نماز پڑھا رہا تھا۔ اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اُس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اُس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔"

(خطباتِ ناصر، جلد اوّل، صفحہ 344)

آپؒ کے نزدیک خلیفۂ وقت کا سب سے اہم فریضہ تعلیم القرآن ہی تھا۔ اس لئے آپؒ کی دلی تمنا اور قلبی تڑپ تھی کہ جماعت کا کوئی فرد ایسا نہ ہو جسے قرآن شریف پڑھنا نہ آتا ہو، آپؒ چاہتے تھے ہر احمدی قرآن کو سیکھنے، تلاوت کا تعہد رکھنے، اس کا ترجمہ جاننے اور اس کی تشریح و تفسیر میں منہمک ہو کر اس کے انوار کو جذب کرنے والا ہو۔ سو تعلیم القرآن کے کام کو تیز کرنے کے لئے آپؒ نے بے شمار اقدامات کئے۔ اور اپنے عہد خلافت میں جماعت کے ہر طبقہ ہر ذیلی تنظیم اور ہر ایک عہدیدار کو مختلف پیرائے میں اس اہم فریضہ کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

آپؒ نے علوم قرآنی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے متعدد منصوبے جماعت کے سامنے رکھے۔

سب سے پہلے تو آپؒ نے تعلیم القرآن کے منصوبے ترتیب دینے اور ان پر عمل کروانے کے لیے 1966ء میں ہی **"نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن"** قائم فرمائی۔ ساتھ ہی آپؒ نے کئی ایسی تحریکات جماعت کے سامنے رکھیں جن سے آپؒ کی محبتِ قرآن صاف صاف چھلکتی تھی۔ جیسے تعلیم القرآن کی درس و تدریس، حفظ کے ضمن میں ہر فرد جماعت کے لئے سورہ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات کو یاد کرنے کی تحریک اور نوجوانوں کے لئے ایک ایک پارہ حفظ کرنے کی تحریک۔ خلیفۂ وقت کی اس قدر ذاتی توجہ کا جماعت پر بے حد خوبصورت اثر ہوا۔ لوگوں نے اپنے ذہین ترین بچوں کو حافظ کی کلاس میں بھجوانا شروع کیا یہاں تک کہ نشستیں کم رہ جاتیں۔

آپؒ جانتے تھے کہ سلسلہ کی روز افزوں ترقی کے ساتھ پھیلتی ہوئی جماعت کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے بہت سے واقفین کی ضرورت تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے **وقفِ عارضی** کی تحریک جاری فرمائی۔ وقفِ عارضی کی یہ تحریک کسی خاص طبقہ کے لئے مخصوص و محدود نہیں تھی بلکہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مرد و زن تک اپنا دامن پھیلائے ہوئے تھی۔

اس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

"ہم پر واجب ہے کہ ہر احمدی مرد اور ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچہ، ہر احمدی جوان اور ہر احمدی بوڑھا پہلے اپنے دل کو نور قرآن سے منور کرے۔ قرآن سیکھے، قرآن پڑھے اور قرآن کے معارف سے اپنا سینہ و دل بھر لے اور معمور کر لے۔ ایک نورِ مجسم بن جائے۔ قرآن کریم میں ایسا محو ہو جائے۔ قرآن کریم میں ایسا گم ہو جائے۔ قرآن کریم میں ایسا فنا ہو جائے کہ دیکھنے والوں کو اس کے وجود میں قرآن کریم کا ہی نور نظر آئے۔ اور پھر ایک معلم اور استاد کی حیثیت سے تمام دنیا کے سینوں کو انوار قرآنی سے منور کرنے میں ہمہ تن مشغول ہو جائے۔

اے خدا تو اپنے فضل سے ایسا ہی کر کہ تیرے فضل کے بغیر ایسا ممکن نہیں"۔

(خطبات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 349)

آپؒ بار بار لگاتار، احبابِ جماعت کو اس عظیم ذمہ داری کی طرف نہایت جوش اور اپنے قدرتی دلفریب ترین انداز میں توجہ دلاتے رہے۔ ذرا ملاحظہ کیجیے آپؒ کی محبتِ قرآن میں ڈوبی ہوئی دردمندانہ صدائیں:

"دنیا کا کون سا فرد بشر ہے جس پر قرآن کریم نے احسان نہیں کیا۔ اگر مسلمان قرآن کریم پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں تو دنیا کے ہر فرد بشر کو اس کے احسان کی زنجیروں کے اندر جکڑ لیں۔ ہماری اپنی سُستی ہے۔ احسان کرنے کی راہیں تو موجود ہیں۔ احسان کا منبع تو موجود ہے۔ احسان کی تعلیم اور ہدایت تو موجود ہے۔ انسانی فطرت میں راہِ احسان پر چلنے کی قوت اور استعداد تو موجود ہے۔ ہم سُستی کرتے ہیں اور جس حد تک سُستی کرتے ہیں۔ دنیا کو اس کے احسانوں سے محروم کر دیتے ہیں تو جہاں تک قرآنی تعلیم کا تعلق ہے قرآنِ کریم بنی نوع انسان پر اس قدر احسان کرتا ہے کہ دنیا (میں) کسی ماں کے بچہ نے اس قدر احسان کرنے والی کتاب پیش نہیں کی۔"

(الفضل 14 مئی 1969ء صفحہ 2)

آپؒ نے جماعت کو ایک منظم وقفِ عارضی کا نظام دیتے ہوئے فرمایا تھا:

"دوست رضاکارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآن کریم سیکھنے سکھانے کی کلاسز کو منظّم کریں اور منظّم طریق پر وہاں کی جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کا جُوا بشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔"

(الفضل 14 مئی 1969ء صفحہ 3)

حضورؒ نے خصوصاً کالجز کے پروفیسرز، لیکچررز، سکولوں کے اساتذہ، ذہین طلباء اور وکلاء کو اپنی رخصتوں کے ایام میں سال بھر میں دو سے چھ ہفتے وقف کر کے، اشاعتِ علومِ قرآنی کے لئے معاون و مددگار بننے کی تحریک فرمائی۔ علاوہ ازیں مربیان اور عہدیداران کی بھی یہ ذمہ داری ٹھہرائی کہ وہ خود بھی وقف عارضی کریں اور نمونہ کے ذریعہ سے بھی اور قال سے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس کے لئے تلقین کریں۔

ایک مرحلہ پر آپؒ نے تفہیمِ خصوصی کے ماتحت وقف عارضی کا عملی دائرہ وسیع کرتے ہوئے تعلیم القرآن اور موصیان کی تنظیم کا الحاق فرمایا۔

اس بابت آپؒ نے فرمایا:

"موصی صاحبان کا ایک بڑا گہرا اور دائمی تعلق قرآن کریم، قرآنِ کریم کے سیکھنے، قرآنِ کریم کے نور سے منور ہونے، قرآن کریم کی برکات سے مستفیض ہونے اور قرآن کریم کے فضلوں کا وارث بننے سے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور یہ سارے کام اُن کے سپرد کئے جائیں۔"

(خطبات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 346)

آپؒ نے ہر موصی کو تاکید فرمائی کہ وہ عمر کے جس مرضی حصہ میں ہوں، قرآنِ کریم سیکھنے کی طرف توجہ دیں اور جو جانتے ہیں وہ اوّل اپنے گھر میں یہ ذمہ داری لیں کہ وہاں ہر چھوٹا بڑا قرآن پڑھنا سیکھ جائے اور ترجمہ جاننے کی عمر میں ترجمہ بھی سیکھے اور پھر یہ کہ موصیان اپنے امیر یا صدر کی نگرانی میں اپنی جماعت میں بھی قرآن اور اس کا ترجمہ سکھانے کی طرف توجہ دیں۔

معزز قارئین، آپؒ کی تحریک پر جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور جماعت احمدیہ کو خدائے قادر و توانا نے اس تحریک کے شیریں ثمرات سے نوازا۔ شہروں اور دیہاتوں میں قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی کلاسز منظم ہونے لگیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم ناظرہ جاننے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوا اور جو ناظرہ جانتے تھے ان کو قرآن پاک باترجمہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور جماعت روحانی ترقی کی شاہراہ پر مزید تیزی سے گامزن ہونے لگی۔

آپؒ بعثت مسیح موعودؑ کی بنیادی غرض یعنی قرآن کریم کے خزائن کو بنی نوع انسان تک پہنچانے سے بخوبی آگاہ تھے اور اس بات کا بھی مکمل ادراک رکھتے تھے کہ احادیث نبویہ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی ہی تفسیر ہیں، لہٰذا آپؒ نے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے ان کا مطالعہ کرنا بھی از حد ضروری قرار دیا۔

چودھویں صدی جب ختم ہونے کو آئی اور پندرہویں صدی کا آغاز ہونے لگا تو حضورؒ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ اگلی صدی غلبہ اسلام کی صدی ہے۔ جس میں عظیم الشان ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ قرآن مجید کے ساتھ سب سے بڑھ کر پیار کریں، اس کے علوم میں دسترس حاصل کریں۔۔۔ اس کے بغیر آپ ساری دنیا کو اسلام کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔۔۔ اس کے لئے ہمیں قرآن کریم کے گہرے مطالعہ۔۔۔ کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جب یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔۔۔۔۔ ان آنے والوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہمیں کرنا ہو گا لیکن اس سے قبل کہ وہ وقت آئے ہمیں اپنی تعلیم و تربیت کی فکر کرنی چاہئے اور پوری توجہ اور پورے ذوق و انہماک سے قرآنی علوم سیکھنے چاہئیں۔"

(حیات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 449-450)

آپؒ نے نئی صدی کو خوش آمدید کہنے کے لئے تعلیم القرآن کے لئے ایک دس سالہ تحریک فرمائی۔ جس کے مطابق جماعت احمدیہ کی پہلی صدی کے اختتام تک ہر چھوٹا بڑا قرآن کریم کی طرف خاص طور پر متوجہ ہو۔

آپؒ کی خدمت قرآن کے متعلق جتنے بھی منصوبے تھے اُن سے آپؒ کی یہ کمال پلاننگ نظر آتی ہے کہ آپؒ نے اس پروگرام کو اس انداز میں ترتیب دیا کہ جماعت کا ہر بچہ، مرد وزن اور پیر وجواں آپؒ کی اس خواہش کی عملی تفسیر بننے کی جستجو میں لگ گیا۔

آیئے اب ذرا آپؒ کی اُس عظیم الشان خدمت قرآن کا بھی بطور استحسان ذکر کریں جس کا تعلق **اشاعت قرآن** سے ہے۔ ایک موقع پر آپؒ نے فرمایا تھا:

”یہ نہ سمجھیں کہ خلافت کے بدلنے کے ساتھ کوئی نئی کوشش ہوتی ہے۔ تسلسل ہے جس کے اندر کوئی روک نہیں۔ جس میں یہ ڈر نہیں کہ ٹوٹ گیا اور نئے سرے سے آگیا ہے۔ ایک جگہ ٹھہر کر نئے سرے سے حرکت نہیں ہوتی۔ ایک مسلسل حرکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ شروع ہوئی ہے وہی حرکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلسل کے ساتھ آگے سے آگے Momentum gain کر کے بڑھ رہی ہے۔“

(خطبات ناصر، جلد ہفتم، صفحہ 404)

سب سے پہلے اشاعت قرآن کی مہم کو تیز تر کرنے کا محرک آپؒ کی یہ شدید خواہش تھی:

”کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہر قوم اور ہر ملک کی زبان میں کیا جائے تاکہ دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں تک قرآن کریم کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ پہنچایا جاسکے۔“

(حیات ناصر، جلد اول، صفحہ 479)

حضورؒ نے اپنے خطبات، خطابات اور مضامین میں متعدد مقامات پر قرآنی آیات کی بیش بہا قیمتی نکات پر مبنی تفسیر سموئی اور معارفِ قرآن کو غیر معمولی انداز میں پیش کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر وہ تمام حصے یکجائی طور پر شائع کیے گئے ہیں اور یہ خزانہ تین جلدوں پر مشتمل 'انوار القرآن' کی کتابی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

اشاعتِ قرآن کے عظیم مقصد کو پانے کے لئے آپؒ چاہتے تھے کہ عالم گیر سطح پر مختلف ملکوں میں جماعت کے پریس ہوں جو مختلف زبانوں میں مستند تراجم قرآن شائع کریں۔ اور اس کی تکمیل کی خاطر سب سے پہلے تو آپؒ نے ربوہ میں جدید پریس کا سنگ بنیاد رکھا اور اس موقع پر دیئے گئے معرکۃ الآراء خطاب میں فرمایا:

”بعثت مہدی معہود (علیہ السلام) کی ایک ہی غرض ہے اور وہ قرآن کریم کے خزائن کو بنی نوع انسان کے ہاتھوں تک پہنچانا ہے۔“

(حیات ناصر، جلد اول، صفحہ 479)

اتنے عظیم منصوبے کی بابت آپؒ کے عزم واستقلال کا یہ اظہار ملاحظہ فرمایئے:

"اس منصوبے میں جو بھی روکیں پیدا ہوئیں یا پیدا ہوں گی وہ عارضی ہوں گی۔ یہ اندھیروں کے بادل ایک دن ضرور چھٹ جائیں گے اور حضرت محمد ﷺ کا نور جو کہ نور السموٰت والارض سے حاصل کردہ نور ہے وہ ساری دنیا کو منور کر دے گا۔"

(حیات ناصر، جلد اول، صفحہ 481)

ربوہ میں پریس کے علاوہ اشاعتِ قرآن کی کاوشوں میں آپؒ کے یورپ، امریکہ اور افریقہ کے برّاعظموں میں پریس لگانے کے منصوبہ جات بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپؒ نے جماعت کا ایک اپنا ریڈیو اسٹیشن کھولنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا جو آپؒ کے عزم کے ساتھ ساتھ آپؒ کی وسعتِ نظری کی بھی دلیل ہے۔

آپؒ کی یہ دھن ایسی تھی کہ تیسرا سفرِ یورپ خالصتاً اس لئے اختیار کیا کہ یورپ میں قرآن کی اشاعت کے وسیع سے وسیع تر کرنے کے منصوبوں کے امکانات کا جائزہ لیا جاسکے اور اس غرض سے یورپ کے مختلف مشنوں اور وہاں کے احباب سے براہِ راست مشورے ہو سکیں، جس کے اللہ تعالیٰ نے خاطر خواہ نتائج پیدا فرمائے۔

۔ آپؒ کے دورِ خلافت میں سات مزید زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل ہوا اور چھ زبانوں میں ترجمہ قرآن کے کام کا آغاز ہوا۔

۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو تفسیرِ صغیر سے خاص محبت تھی۔ آپؒ کے دور میں اس کا ایک اور ایڈیشن 1971ء کے جلسہ سالانہ پر شائع ہوا۔

۔ حضرت مصلح موعودؓ کے دیباچہ تفسیر القرآن کا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔

۔ جماعت پر اِس نافلہٗ موعودؒ کا یہ احسان رہے گا کہ 1969ء میں آپؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تفسیر اور ارشادات کو قرآن کریم کی ترتیب کے مطابق یکجا کروانے اور 'تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام' شائع کروانے کا انتظام فرمایا۔ چنانچہ آپؒ کے دورِ خلافت میں سورہ فاتحہ سے لیکر سورۃ کہف تک کی تفسیر شائع ہوئی۔

۔ آپؒ نے اس عزم کا بھی اظہار کیا کہ دنیا کے ہر ہوٹل کے کمرے میں قرآن رکھوائیں۔ گھانا کے ایک ہوٹل کے 827 کمروں کے لئے قرآن کریم کے نسخے دیئے گئے۔

۔ سیرالیون میں ایک ہوٹل کے لئے 80 اور جزائر فجی کے ہوٹلوں کے لئے 116 نسخے پیش کئے گئے۔

۔ نائجیریا کے سب سے بڑے ہوٹل کے لئے احمدیہ مشن کی طرف سے قرآن کریم کے 200 نسخوں کا تحفہ دیا گیا۔

۔حضورؒ کے دور خلافت میں قرآن کریم کی جو غیر معمولی اور کامیاب اشاعت ہوئی اس کے اعداد و شمار جمع کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ بے شمار ہوٹلوں اور لائبریریوں کے علاوہ ممتاز شخصیات مثلاً صدر گیمبیا لائبریری، وزیر اعظم ماریشس، اندرا گاندھی، ملکہ الزبتھ ثانی اور پوپ اعظم وغیرہ کو قرآن کے نسخے پیش کئے گئے۔

(ماخوذ از حیاتِ ناصر، جلد اوّل، صفحہ 492 تا 504)

بلاشبہ ترجمہ قرآن کا وہ سفر جو حضرت مسیح موعود موعود علیہ السلام کی خواہش پر جاری ہوا تھا، خلافت ثالثہ کے دور میں مزید ترقیات سے ہمکنار ہوتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اشاعتِ قرآن کے اس کام میں جو وسعت اور شدت پیدا ہوئی اس کی بشارت آپؒ کو خدا نے دی تھی۔ جس کا ذکر آپؒ نے 4 جولائی 1980ء کے خطبہ جمعہ میں بھی فرمایا تھا۔

”حضورؒ نے اس امر کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ خبر دی ہے کہ حضورؒ کے دورِ خلافت میں اشاعتِ قرآن پہلی دونوں خلافتوں سے زیادہ ہوئی ہے (اس طرح حضورؒ مثیل عثمان رضی اللہ تعالیٰ ہوئے)

(حیاتِ ناصر، جلد اوّل، صفحہ 412)

معزز بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمتِ قرآن کے مضمون کو آپؒ کے اُن پر اثر اور پر مغز الفاظ پر ختم کرتی ہوں۔ جو ایک موقع پر آپؒ نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائے تھے:

”اپنی نسلوں میں قرآن کریم کا عشق اِس طرح بھر دیں کہ دنیا کی کوئی لذت اور کوئی سرور اُنہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔ وہ ساری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے عاشق ہو جائیں اور وہ ہر خیر اس سے حاصل کرنے والے ہوں اور وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں تا قیامت تک آپ کے نام زندہ رہیں اور آنے والی نسلیں حیران ہو کر آپ کی تاریخ کو پڑھیں اور کہیں کہ کیسی عورتیں تھیں اس زمانہ کی جنہوں نے دنیا کے تمام لالچوں کے باوجود، دنیا کے تمام بد اثرات کے باوجود دنیا کو ٹھکرا دیا اور دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نور کو اپنے گرد اس طرح لپیٹا کہ وہ جہاں بھی رہیں اور جہاں بھی گئیں وہ اور ان کا ماحول اس نور سے منور رہا اور جگمگاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور ہم کو بھی ہمیشہ اس کی توفیق عطا کرتا رہے۔“

(. -المصابیح، صفحہ 31)

(ستارہ انجم۔Farnham)

حضرت مصلح موعودؓ کی خوبصورت عائلی زندگی

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(الفرقان:75)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

شادی سے مرد اور عورت کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے، جو بعض اوقات توقعات کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ ہر مرد اور عورت یہ دعا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔

دنیا میں بعض دفعہ ایسے نایاب لوگ پیدا ہوتے ہیں جو قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بلاشبہ ایک ایسے ہی انسان تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی بشارات عطا فرمائی تھیں۔ 1914ء میں آپ محض 25 سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کے امام اور خلیفہ منتخب ہوئے اور تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے زیرِ سایہ جماعت میں غیر معمولی ترقیات اور اصلاحات کے ایک عظیم دور کا آغاز ہوُا۔

آج میں حضرت مصلح موعودؓ کی عائلی زندگی اور ازواج کی کچھ یادیں قارئین کے سامنے رکھوں گی، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس بندۂ خدا کی تمام ذاتی زندگی، ہر فیصلہ اور ہر فکر و عمل کا محور صرف جماعت کی ترقی اور تعلیم و تربیت کا خیال تھا۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ازواج کو احمدی خواتین کی تعلیمی اور تربیتی خدمت کے لیے وقف کیا ہوُا تھا۔ آپؓ کی بیویاں آپؓ کے لیے پرائیویٹ سیکریٹری کی خدمات سر انجام دیتی تھیں۔ آپؓ کی نگرانی میں لجنہ تنظیم کی باگ ڈور سنبھالتیں۔ ضرورت پڑتی تو حضورؓ کے کاتب کے فرائض بھی نبھاتیں۔ کبھی حضورؓ کے مشورہ سے دوائی بنا کر ضرورت مندوں کو دیتیں۔ غرض کہ ان کی زندگی کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ حضورؓ کی مصروفیات میں مدد کر کے حضورؓ کا ہاتھ بٹا سکیں۔

حضورؓ اپنی بیوی حضرت سارہؓ بیگم صاحبہ سے نکاح کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جب امۃ الحیؓ مرحومہ کی وفات کے بعد مجھے سلسلہ کی مستورات کی تعلیم کی نسبت فکر پیدا ہوئی تو مجھے اِس بچی کا خیال آیا۔ اِتفاق سے اس کے والد مولانا عبد الماجد صاحب بھاگلپوری جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا

اور انھوں نے مہربانی فرما کر میری درخواست کو قبول کیا۔ 1925ء میں اس سال کی مجلس شوریٰ کے موقع پر میرے نکاح میں آ گئیں۔ ان کا خطبہ نکاح خود میں نے پڑھا اور اس طرح ایک مردہ سنت پھر قائم ہوئی۔"

(انوار العلوم جلد 13، صفحہ 74-75)

یعنی آپؓ نے جماعت کی خواتین کی تعلیم و تربیت کی خاطر حضرت سارہؓ بیگم صاحبہ سے شادی کی، کیونکہ وہ ایک نہائت دینی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور قابلِ رشک تعلیمی قابلیت رکھتی تھیں۔ آپؓ حضرت مصلح موعودؓ کی رہنمائی میں جماعت کی خواتین کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ آپؓ کے علمی کاموں میں بھی آپؓ کی معاونت فرماتی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"سارا اپنے گھر میں آئیں اور ابھی ایک ہفتہ آئی کو نہ ہوا تھا کہ تعلیم میں مشغول ہو گئیں۔ پہلے میں نے انہیں انگریزی شروع کرائی کہ وہ اس زبان سے بالکل نا آشنا تھیں اور پھر اس خاص کلاس میں داخل کرا دیا کہ جو کسی قدر تعلیم یافتہ مستورات کی اعلیٰ تعلیم کے لیے میں نے کھولی تھی۔۔۔ وہ فارسی اور عربی میں اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں۔ فارسی شعر اُنہیں بہت یاد تھے، عربی میں صرف و نحو انہیں خوب آتی تھی حتیٰ کہ وہ بعض وقت اپنے نئے استادوں کو دِق کر دیتی تھیں۔۔۔ 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی کے مولوی کا امتحان دیا اور پنجاب میں تیسرے نمبر پر پاس ہوئیں۔"

(انوار العلوم، جلد 13 صفحہ 77)

الغرض حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سارہؓ بیگم صاحبہ کی تعلیم مکمل کروائی تا کہ وہ بہتر رنگ میں جماعت کی خدمت کے قابل ہو سکیں۔ حضرت سارہؓ بیگم صاحبہ بھی آپ کی امیدوں پر پورا اترتے ہوئے آپ کی بہترین معاون ثابت ہوئیں۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"سارہ بیگم کا خط بہت اچھا تھا بہت سے مردوں سے بھی زیادہ اچھا تھا اور میرے خط سے تو بہت ہی بہتر تھا۔ خوب تیز لکھ سکتی تھیں اور کئی مضامین میں نے ان سے لکھوائے ہیں۔ ان کی زُود نویسی کی وجہ سے خیالات میں پریشانی نہ ہوتی اور میں آ سانی سے انہیں مضمون لکھوا سکتا۔"

(انوار العلوم، جلد 13، صفحہ 78-79)

حضرت رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان مرد اور عورت کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ عورت کی تعلیم اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ عورت کی گود میں نئی نسل پروان چڑھتی ہے۔ اسی لیے حضرت مصلح موعودؓ نے عورتوں کی تعلیم پر ہمیشہ بہت زور دیا۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ آپؓ نے ہمیشہ یہ بھی واضح فرمایا کہ خواتین کی اولین ذمہ داری ان کا گھر اور بچے ہیں۔ اسلام نے مرد کو یہ ذمہ داری دی ہے کہ وہ حتی الوسع پیسہ کمائے اور اپنی بیوی اور بچوں کی ضروریات پوری کرے اور عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حتی الوسع گھر کا خیال رکھے اور نئی نسل کی تربیت احسن رنگ میں کرے۔ یہی وہ سنہری اصول ہے جس پر عمل کر کے گھروں میں امن اور سکون قائم ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ حضرت سارہؓ ہی کے ذکرِ خیر میں مزید فرماتے ہیں:

"میں مستورات کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی تعلیم اور مرحومہ کی تعلیم میں ایک فرق ہے۔ دوسری مستورات اپنی ذاتی اغراض کے لیے تعلیم حاصل کر رہی ہیں لیکن مرحومہ کی غرض صرف خدمتِ دین تھی اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی۔ پس ان میں سے بھی جسے اللہ توفیق دے وہ دنیا طلبی کا خیال چھوڑ کر خدا کی رضا کو مقدم رکھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت قادیان میں ہمارے گھر کی مستورات کو دیکھ کر تعلیم کا عام چرچا ہے۔ لیکن بہت سی لڑکیاں محض روٹی کمانے کے لیے اور نوکری کرنے کے لئے پڑھ

رہی ہیں۔۔۔میرا مقصد یہ ہے کہ میں بتاؤں کہ میں جو تعلیم دلاتا رہا ہوں، اس کا مقصد دنیا طلبی کی طرف جماعت کو متوجہ کرنا نہیں بلکہ تبلیغ کے ذرائع کو وسیع کرنا اور عورتوں کے خیالات کو تعلیم کی روشنی سے منور کرنا ہے۔"

(انوار العلوم، جلد 13 صفحہ 94-95)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اگر ایک انسان کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان میں انصاف نہیں کر پاتا۔ اور بیویاں بھی ایک دوسرے سے پیار و محبت سے نہیں رہ پاتیں اور نہ ہی ایک دوسری کے بچوں کو پیار سے رکھ سکتی ہیں۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں ہمیں ایک اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے کہ کیسے آپؓ کی بیویاں بھی آپس میں محض اللہ اور رسول ﷺ کی محبت اور رضا حاصل کرنے کے لیے سلوک اور اتفاق سے رہتیں اور کس طرح حضورؓ سب کے ساتھ یکساں انصاف کا سلوک فرماتے اور احساسات کے معاملہ میں بھی کسی سے ناانصافی نہ کرتے جیسا کہ حضرت مریمؓ صاحبہؓ (ام طاہر) کے بار بار اصرار سے پوچھنے کے باوجود کہ حضورؓ کس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، آپؓ نے کبھی جواب دینا پسند نہ فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت مریمؓ صاحبہ (ام طاہر) اپنے نسوانی جذبات کی وجہ سے یہ سننا چاہتی ہوں کہ حضورؓ یہ فرمائیں کہ حضورؓ انہیں سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں لیکن حضورؓ نے ہمیشہ یہ خوبصورت جواب دیا کہ:

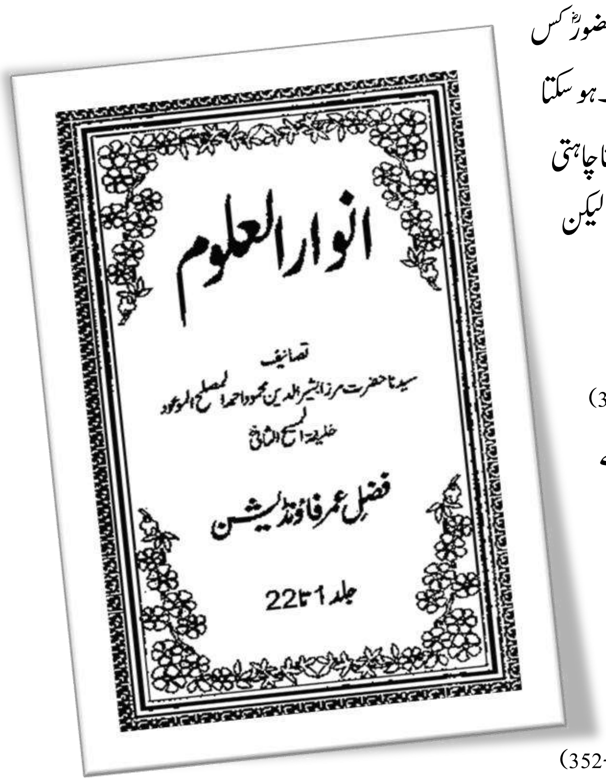

"اس جواب سے مجھے خدا تعالیٰ کا حکم روکتا ہے۔"

(انوار العلوم، جلد 17 صفحہ 355)

حضورؓ کی پہلی بیوی امتہ الحیؓ کی وفات ہوئی تو ان کے تین چھوٹے بچے تھے، اِس موقع پر حضورؓ فرماتے ہیں:

"امتہ الحیٔ کی وفات کی پہلی رات میں نے مریم سے کہا مریم! مجھ پر ایک بوجھ آپڑا ہے، کیا تم میری مدد کر سکتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار برکتیں ان کی روح پر ہوں، وہ فوراً بول پڑیں ہاں میں ان کا خیال رکھوں گی۔"

(انوار العلوم، جلد 17 صفحہ 351-352)

چنانچہ حضرت مریمؓ صاحبہ نے ان تین بچوں کو ماں بن کر پالا جس کے بارے میں خود حضورؓ فرماتے ہیں کہ شاید خود ان کی ماں بھی اس قدر ان کا خیال نہ رکھ سکتی۔ یعنی اس وقت ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ یہ میری سوکن کے بچے ہیں۔ انہیں صرف حضورؓ کی خوشنودی منظور تھی، چنانچہ انہوں نے مرتے دم تک اس ذمہ داری کو نبھایا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے گھر کا ماحول بہت سادہ تھا۔ آپؓ اپنی ازواج کے ساتھ ساتھ بچوں سے بھی بہت محبت اور پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ بسا اوقات آپؓ بچوں کی مجالس میں لطائف بھی سنایا کرتے اور بچوں سے بھی لطیفے سنتے تھے۔ اسی طرح کبھی بچوں کو رات کو کوئی کہانی سنا دیتے۔ آپؓ مختلف طریقوں سے بچوں کی دلداری فرماتے اور ان کو تعلیم دیتے۔ چنانچہ آپؓ نے اپنی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو بچپن میں دو بچوں والی نظمیں لکھ کر دیں۔ تیسری نظم جو آپؓ نے امۃ المتین کے کچھ بڑا ہونے پر لکھی تھی آج وہ ترانۂ اطفال کے نام سے کلام محمودؓ میں شامل ہے اور آج ہمارے بچے بھی اس پاک کلام سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اس نظم کا مطلع یہ ہے:

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اِک خدا ہے

حضرت مصلح موعودؓ اپنی بیویوں کی دلجوئی کا بھی ہمیشہ خیال فرماتے۔ اپنی کتاب سیر روحانی کے دیباچہ میں حضورؓ فرماتے ہیں:

"میں اس کتاب کو مریم صدیقہ کے نام معنون کرتا ہوں کیونکہ انہی کو حیدر آباد دکھانے کے لیے یہ سفر اختیار کیا گیا، جس میں یہ مضمون خدا تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے۔"

(دیباچہ "سیر روحانی" شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

حضرت مریم صدیقہؒ کی صاحبزادی نے اپنی تصنیف میں بہت خوبصورت انداز میں اُن کی کچھ عادات بتائی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کی وہ گھر میں حضورؓ کی وفات کے بعد بھی مستقل ان کا ذکر کیا کرتی تھیں تا کہ انکی دی ہوئی تربیت زندہ رکھیں۔ مثلاً اکثر بتاتی تھیں کہ **"حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد مختلف ماؤں کے گھروں میں پلی ہے لیکن سب کی یہ خوبی ہے کہ پلیٹوں میں کھانا نہیں چھوڑتے اور یہ بات حضورؓ کی تربیت کا نتیجہ تھی۔"**

(گلہائے محبت۔ صفحہ 94)

اسی طرح وہ یہ بھی بیان کرتی ہیں کہ **"ایک دفعہ ان کا اور حضورؓ کا کھانا پکانے کا مقابلہ ہوا۔ کھانا تیار ہونے پر (اُنہوں) نے حضورؓ سے کہا کہ میری sauce آپ کی sauce سے زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا، واقعی تمہاری ساس (یعنی حضرت اماں جانؓ) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں۔"**

(گلہائے محبت۔ صفحہ 95)

دیکھیے! کس خوبصورتی سے انگریزی لفظ ساس (sauce) کو اردو لفظ "ساس" سے بدل کر اس میں مزاح کا رنگ پیدا کر دیا۔ عام طور پر حضورؓ کی حسِ مزاح یعنی sense of humor کا ذکر کم ملتا ہے لیکن تھی کمال!

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جو آپ کی عائلی زندگی کی سادگی اور خوبصورتی پر دلالت کرتا ہے۔ محترمہ مریم صدیقہؒ کا بیان کردہ واقعہ ان کی بیٹی یوں قلمبند کرتی ہیں: **"ایک دفعہ ان کا اور حضورؓ کا دال پکانے کا مقابلہ ہو گیا۔ امّی نے عام روایتی طریق سے دال پکائی لیکن حضورؓ نے مرغ کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزیدار تھی۔ جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے، تو حضورؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا تو پھر بنا لینی تھی۔"**

(گلہائے محبت۔ صفحہ 95)

ایسی کئی یادداشتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کس قدر پیار کا تعلق تھا حضورؓ کا اپنی ازواج اور اہلِ خانہ کے ساتھ! اور آپؓ کا اصل مقصد اُن کے ذریعہ سے جماعت کی عورتوں کی تربیت کرنا تھا تا کہ آپؓ کی بیویاں براہ راست آپ سے تربیت حاصل کر کے جماعت کی مستورات کی تربیت کر سکیں۔ جماعت کی مستورات کی تربیت ہو گی تو ان کی گودوں میں پلنے والی آئندہ نسلوں کی تربیت ہو جائے گی۔ حضورؓ کو ایک الہام ہوا تھا کہ:

"اگر تم پچاس فی صد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی"

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَارِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول، جلد 1، صفحہ 373)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مرزا طاہر احمدؒ سوانح فضلِ عمرؓ میں فرماتے ہیں:

”حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ازواج کا ایک تنظیم کی لڑی میں منسلک ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے تابع ہو کر سال ہا سال تک اس طرح خدمتِ دین بجالانا کہ تنظیمی ڈھانچہ میں ایک ادنیٰ سا رخنہ بھی نہ پڑا ہو اور اس نازک رشتہ کے باوجود تعاون کے شیشہ پر بال برابر بھی آنچ نہ آئی ہو، یہ ایسی بات ہے جو ان مبارک خواتین کی عظمتِ کردار سے بڑھ کر اس عظیم شوہر کی عظمتِ کردار کا پتہ دیتی ہے جو نظم و نسق قائم رکھنے کی حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتا تھا۔ آپ ایک ایسے عظیم الشان مربی تھے کہ بسا اوقات ایک لفظ زبان سے کہے بغیر آپ کی شخصیت سے تربیت کا از خود ہونے والا ترشح گرد و پیش کو ریڈیائی لہروں کی طرح اپنی ذات کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا تھا اور ماحول کی ہر چیز خود بخود ٹھیک ٹھیک اپنے مقام پر بیٹھ جاتی تھی۔ اور اپنے دائرہ کار سے تجاوز نہ کرتی تھی۔۔۔۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کو اس امر کی حاجت نہ تھی کہ اپنی ازواج کو بار بار تعاون کی تلقین کریں۔ دینی کاموں میں اختلاف اور جھگڑوں سے منع کریں یا آئے دن ان کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو سلجھانے میں اپنا قیمتی وقت صرف کریں۔ نہیں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنی والدہ کی وفات تک ایک مرتبہ بھی ایسا واقعہ نہ دیکھا نہ سنا کہ ہماری بڑی والدہ حضرت ام ناصرؓ نے حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی ہو کہ مریمؓ نے فلاں دینی معاملہ میں میرے ساتھ تعاون نہیں کیا یا اس کے برعکس کبھی میری والدہ نے کوئی شکوہ اس نوعیت کا حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا ہو کہ لجنہ اماء اللہ کے معاملات میں حضرت سیدہ ام ناصرؓ نے میرے ساتھ یہ غیر مشفقانہ سلوک کیا ہے۔ سال ہا سال تک لجنہ اما اللہ کی مجلسِ عاملہ کے اجلاس ہمارے گھر میں منعقد ہوتے رہے۔ کبھی ایک مرتبہ بھی میں نے کوئی تکرار نہیں سنی کوئی خلافِ ادب بات نہیں دیکھی۔ گویا رشتوں کی طبعی رقابت کو اس مقدس دائرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ جیسے کسی مقدس عامل نے اپنی جادو کی چھڑی سے ان اجلاسات کے ماحول میں ایک دائرہ سا کھینچ دیا ہو کہ یہ رقابت اس دائرہ کے اندر قدم رکھنے کی قدرت نہ پائے۔ یہ مزاج شناس بیویاں اپنے خاوند کے مزاج پر نظر رکھتی تھیں اور ان کے دل اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر دھڑکتے تھے۔“

(سوانح فضلِ عمر، جلد دوم صفحہ 361 تا 362)

یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے ہمیشہ اپنی ذاتی خواہشات کو اعلیٰ دینی مقاصد کے تابع رکھا۔ ان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں جن کا جینا مرنا، سونا جاگنا حقیقتاً خدا کے لیے تھا۔ اللہ کی ہزاروں ہزار برکتیں اور رحمتیں ان پر نازل ہوں۔ اللہ کرے کہ ہم ان عظیم ہستیوں کے نمونہ پر عمل کرنے والے بنیں۔ آمین

جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے

(رضیہ سہیل)

پیاری بہنو! احمدی مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب یقیناً والدین کے حقوق اور والدین کے فرائض سے بخوبی واقف ہوں گی۔
ہمارے مذہب اسلام نے جہاں والدین کے حقوق قائم کر کے اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے وہاں اس سے پہلے والدین کے اوپر تربیتِ اولاد کے حوالے سے فرائض عائد کر کے انہیں اپنی اولاد کی اچھی اور نیک تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دلائی ہے کیونکہ والدین اپنے اسی فرض کو نبھاتے ہوئے ایک اچھی نسل یا اسی فرض سے غفلت برتتے ہوئے ایک بری نسل اپنے معاشرے کو دے سکتے ہیں جو اگر اچھی ہو تو معاشرے کو سنوارنے کا باعث بنتی ہے اور اگر بری ہو تو معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا باعث بنتی ہے۔

پیاری بہنو! ہم میں سے ہر ایک نے یہ حدیث، جو کہ اِس مضمون کا عنوان بھی ہے "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"، یقیناً سنی اور پڑھی ہو گی اور یہ سوچ کر کہ جنت جیسا اعلیٰ مقام، جس کی ہر مسلمان بعد الموت خواہش کیا کرتا ہے، وہ ماؤں کے قدموں کے نیچے رکھ دیا گیا ہے، دِل ہی دل میں خوش بھی ہوتی ہوں گی لیکن کیا ہم نے اِس حدیث کے معنی جاننے کی کوشش کی ہے؟ یا کبھی ہم نے اس حدیث کے مطالب پر غور کیا ہے؟ اگر نہیں تو یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کیونکہ ہم میں سے ہر ماں کو اس حدیث کے اصل معنوں کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

کچھ عرصہ پہلے میری نظر سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لجنہ اماء اللہ کے لیے فرمودہ کچھ خطابات گزرے جن کو پڑھ کر اس حدیث کے اصل معنی خوب واضح ہو جاتے ہیں۔ یہ خطابات یقیناً ہم نے پہلے بھی سنے ہوں گے لیکن جیسا کہ ہمیں اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے بار بار ہدایت طلب کرنی چاہیے اسی طرح ہمیں ان خطابات کو بھی بار بار پڑھ کر اپنی تربیت کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ میں آپ کی خدمت میں اِنہی خطابات کے چند اقتباسات پیش کر رہی ہوں جن کو پڑھنے کی مجھ سمیت، ہر ماں کو ضرورت ہے۔

مورخہ 27 جولائی 1991ء بر موقع جلسہ سالانہ مستورات جماعت احمدیہ برطانیہ سے اپنے خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

”پس جب یہ کہا گیا کہ جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے تو مراد یہ نہیں تھی کہ ہر ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہی جنت ہے۔ مراد یہ کہ اگر جنت مل سکتی ہے اگلی نسلوں کو تو ایسی ماؤں سے مل سکتی ہے جو خود جنت نشان بن چکی ہوں، خود جنت ان کے آثار میں ظاہر ہو چکی ہو۔ ایسی ماؤں کی اولاد لازماً جنتی بنتی ہے۔ پس میں نے مردوں کو اس مضمون پر مخاطب کرنے کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ آج خواتین کو اس مضمون میں مخاطب کروں کیونکہ میں تو روشنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے پاتا ہوں۔ اپنی عقل سے کلام نہیں کرتا جو قرآن سکھاتا ہے وہ کہتا ہوں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ میں آپ کے سامنے اپنے رنگ میں پیش کرتا ہوں۔ پس میں نے اس راز کو قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے پایا کہ حقیقتاً آئندہ قوموں کی تقدیر کا فیصلہ کرنا عورتوں کا کام ہے اور یہ فیصلہ انہیں آج کرنا پڑے گا ورنہ مستقبل لازماً تاریک رہے گا۔۔۔۔ آج احمدی خواتین کو اپنے سینوں کو خدا کی محبت سے روشن کرنا ہو گا ورنہ ان کے دودھ وہ نور اُن کے بچوں کو نہیں پلائیں گے جو ماؤں کے دودھ کے ساتھ پلایا جاتا ہے اور ہمیشہ جزوِ بدن اور جزوِ رُوح بن جایا کرتا ہے۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَارِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 218-219)

پھر آپؒ نے فرمایا:

”پس وہ مائیں جو خدا کی سمت حرکت کر رہی ہوں اُن کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔۔۔۔ میں آپ کو یہ تاکید کرتا ہوں کہ اپنا ایسا خیال رکھیں کہ مغربی تہذیب میں یا دوسری بد تہذیبوں میں بہہ نہ جائیں۔ یہ کریں اور وہ کریں اور ایسی پابندیاں اختیار کریں۔ یہ ساری نصیحتیں ہیں کبھی اثر کر جاتی ہیں کبھی لوگ ان سے اور زیادہ بدک جاتے ہیں اور پیچھے ہٹ جاتے ہیں لیکن ایک نصیحت ایسی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نظم (جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا) میں بیان فرمائی اور حقیقت میں اسی پر بار بار مختلف رنگ میں زور دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ خدا کی محبت میں مبتلا ہو جائیں تو سارے معاملے حل ہو جاتے ہیں پھر کسی اور نصیحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ پھر خدا خود آپ کو سنبھال لے گا وہ خود آپ کے کام بنائے گا آپ کو بتائے گا کہ کیا راہ اور کون سی راہ اس کی طرف جاتی ہے اور کون سی راہ اس سے مخالف چلتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ انسان اپنے محبوب کی راہ چھوڑ کر اس کے مخالف سمت چلنے والی راہوں پر قدم مارے۔ پھر تو قربانیوں کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے، پاکیزہ زندگی کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ معاشرہ کے اختلاف کے مسائل بھی سب حل ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ سارے مسائل کا ایک حل ہے اور وہ حل یہی ہے کہ خدا کی محبت میں مبتلا ہو جائیں اور اس کے نتیجہ میں جو نسلیں پیدا ہوں گی وہ یقیناً خدا والی نسلیں بنیں گی۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمَارِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 219)

پھر آپؒ نے مزید فرمایا:

”پس آج دنیا کے سارے مسائل کا حل خدا کی محبت ہے اور یہی وہ محبت ہے جو دلوں کو اکٹھا کر سکتی ہے اس کے علاوہ باقی سارے نسخے بے معنی اور جھوٹے اور لغو نسخے ہیں، مُنہ کی باتیں ہیں اس سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ پس یہ سفر شروع کریں اور اگر اس سفر میں آپ بہت سا وقت ضائع کر چکی ہیں اور بہت پیچھے رہ گئی ہیں تو خدا سے مدد مانگیں کیونکہ خدا کی مدد کے بغیر یہ سفر مکمل نہیں ہوا کرتے نہ ہو سکتے ہیں۔ کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے کہ وہ خود خدا تک پہنچ جائے یا خدا کا پیار حاصل کر سکے۔ اس کے لیے بھی خدا سے مدد مانگنی پڑتی ہے لیکن نیت فرض ہے اور نیت کی سچائی فرض ہے۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمُرِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول، جلد دوم، صفحہ 225)

نیز فرمایا:

”اس کے لئے دُعا ضروری ہے اور یہ دعا مانگنی چاہئے کہ اے خدا! مجھے اپنا وہ حسین چہرہ دکھا۔۔۔ تو میں آپ کو یہ راز سمجھاتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ سے محبت ان معنوں میں مانگیں کہ اے خدا! ہمیں اپنا حسن دکھا، اپنے حسن کے جلوے دکھا، ہمیں بے اختیار کر دے۔ ہم ایسا تجھے دیکھیں کہ پاگل ہو جائیں۔ ہمیں دنیا کی ہوش نہ رہے۔ ہم تجھے چاہیں اور تیرے مقابل پر پھر کسی اور کو نہ چاہ سکیں۔۔۔ یہ وہ دُعا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آپ کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کر دے گا اور جب تک آپ کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا نہ ہوں باہر کی دنیا میں پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کی جا سکتی! نہیں پیدا کی جا سکتی، نہیں پیدا کی جا سکتی۔ ایسا قطعی اصول ہے جس کو دنیا میں کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمُرِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول، جلد دوم، صفحہ 226-227)

ماؤں کے اپنے بچوں کی نیک تربیت کرنے کی طرف خصوصی توجہ دینے کے حوالے سے آپؒ نے فرمایا:

”ماؤں کو اس لئے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں اور اگر بچپن میں آپ خدا کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ یہی کر سکتی ہیں۔ اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے۔ اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے۔ یہ جھوٹی کہانی ہے کچھ بھی اس میں حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے یہ حیرت سے دیکھتے ہیں کہ اس ماں کو ہو کیا گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے۔ کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک عظیم تبدیلی پیدا کر دیا کرتا ہے۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمُرِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول، جلد دوم، صفحہ 227)

پھر اپنے ایک اور خطاب فرمودہ 27 دسمبر 1991ء بر موقع جلسہ سالانہ بمقام قادیان بھارت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ماؤں کے اپنی اولاد کی نیک تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینے کے حوالے سے بہت قیمتی نصائح عطا فرمائیں۔ جن میں سے میں چند اقتباسات کا یہاں ذکر کروں گی۔ آپ رحمہُ اللہ نے فرمایا:

”اسلام پر یہ حملے کرنے میں سب زیادہ تیزی دکھاتے ہیں اور شوخی دکھاتے ہیں کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام اور مرتبہ نہیں۔۔۔ ایک دفعہ یورپ میں کسی سوال و جواب کی مجلس میں ایک عیسائی خاتون نے یہ سوال کیا اور مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھی سوال و جواب کی کوئی ایسی مجلس ہوئی ہو جس میں یہ سوال نہ کیا گیا ہو تو میں نے ان سے کہا کہ میں صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک فرمان تمھیں سناتا ہوں۔ تم مذاہب ہی کا نہیں تمام دنیا کی تہذیبوں میں عورت کے ذکر کی تحقیق کر دیکھو اور وہ شان جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک چھوٹے سے پاکیزہ جملے میں عورت کو عطا کر دی ہے اس کا لاکھواں کروڑواں حصہ بھی مجھے کہیں اور سے لا دِکھاؤ۔ میں نے اسے بتایا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تمہاری جنت تمھاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اتنا خوبصورت فقرہ ہے، اتنا عظیم عورت کے لئے اظہار تحسین ہے کہ جس کے متعلق یہ فقرہ کہا جائے بلاشبہ اس کو آسمان کی بلند رفعتیں عطا ہو جاتی ہیں۔ کسی مرد کے متعلق نہیں فرمایا، مردوں کے کسی گروہ کے متعلق نہیں فرمایا کہ ان کے پاؤں تلے ان کی اولادوں کی جنت ہے یا قوم کی جنت ہے۔ صرف عورت کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ایسا سر ٹیفکیٹ ایسا لقب عطا فرما دیا، ایسا مقام عطا کر دیا، ایسا مطمع نظر اس کو بخشا جس کی کوئی مثال دنیا کے کسی مذہب اور تہذیب نہیں ملتی۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمَارِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 245-246)

پھر آپؒ نے فرمایا:-

”یہ ایک چھوٹی سی ہدایت ہے لیکن اس کے اندر بہت گہرے مضامین ہیں، مثبت رنگ کے بھی اور منفی رنگ کے بھی۔ یہ محض ایک خوشخبری ہی نہیں بلکہ انداز کا پہلو بھی رکھتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عورتوں کے متعلق مردوں کو یہ نصیحت کرنا یا تمام قوم کو یہ نصیحت کرنا کہ تمھاری جنت تمھاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے ایک بہت ہی معارف کا سمندر ہے جو ایک چھوٹے سے فقرے کے کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ عورت کے اختیار میں ہے کہ قوم کا مستقبل بنائے۔ جس جنت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف آخرت کی جنت نہیں ہے بلکہ اس دنیا کی جنت بھی ہے۔“

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمَارِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 246)

آپؒ نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا:

”بات یہ ہے کہ ہر وہ ماں جو بچے کو صرف پیار ہی نہیں دیتی بلکہ شروع ہی سے اس کے اندر انصاف پیدا کرتی ہے اس کے اندر توازن پیدا کرتی ہے، وہ حقیقت میں مستقبل کیلئے جنت پیدا کر رہی ہوتی ہے۔ جو ماں اپنی اولاد کو صرف محبت دیتی ہے اور اس محبت کے نتیجے میں وہ سمجھتی ہے کہ اس نے اسے سب کچھ دے دیا وہ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ ایسی محبتیں جو محض محبت کا رنگ رکھتی ہوں، ان میں نظم و ضبط کی کوئی رگ شامل نہ ہو، جن میں مضبوط تقاضے نہ ہوں، جن میں توازن کے مطالبے نہ ہوں ایسی محبتیں اولاد کے فائدے کی بجائے اسے نقصان پہنچا دیتی ہیں۔ لیکن اس سے بہت بڑھ کر ایک نقصان عورت کا اپنی ذات میں مگن ہونے کا نقصان ہے اور یہ وہ نقصان ہے جو نئے تقاضوں کے نتیجہ میں دن بدن زیادہ ہو کر دکھائی دینے لگا ہے۔ اگر کوئی عورت سنگھار پٹار کرتی ہے سوسائٹی میں جاتی ہے، کچھ دل کے بہلانے کے سامان کرتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ بی بی ذرا سنبھل کر چلو تو کہے گی یہ چھوٹی موٹی باتیں ہیں میں نے کونسا گناہ کیا ہے کیا میری زندگی کو تم عذاب بنا دو گے لیکن درحقیقت یہ چھوٹی موٹی باتیں بہت بڑی باتیں بعض دفعہ پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ ایسی

اولاد جس کی ماں کو اور جس کے باپ کو اپنی لذتوں کی تلاش اتنی ہو جائے کہ وہ اس کی زندگی کے روزمرہ کے انداز پر غالب آجائے ایسی مائیں بسا اوقات اپنے بچوں کی تربیت سے غافل ہو جاتی ہیں۔ آتی ہیں کبھی باہر وقت گزار کر تو یہ دیکھنا چاہتی ہیں کہ بچے اپنے کمرے میں موجود ہیں کہ نہیں، کچھ ان کی فوری ضرورتیں ہوئیں تو وہ پوری کر دیں، کوئی بیمار ہوا تو اس کا علاج کیا لیکن پھر گلے سے اتار کر اپنے علیحدہ کمروں میں غائب ہو گئیں اور صبح اٹھ کر نئے سوشل پروگرام بنائے گئے اور نئی لذتوں کی تلاش کی گئی۔ ایسی ماؤں کی نظریں پہلے بدلتی ہیں پھر اولاد کی نظریں بدلا کرتی ہیں۔"

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمَار یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 251-252)

ماؤں کو نصائح کرتے ہوئے آپؒ نے مزید فرمایا:

"صرف یہی نہیں بلکہ جو ٹلانے کی باتیں ہیں یہ بھی بظاہر چھوٹی ہیں لیکن بہت گہرے اور لمبے نقصانات پیدا کرتی ہیں۔ ایسی مائیں جو اپنے بچوں کو چپ کرانے کی خاطر جھوٹ بول دیتی ہیں یا ساتھ نہ لے جانے کیلئے بہانہ بنا دیتی ہیں ایسی مائیں ہمیشہ جھوٹی نسلیں پیدا کرتی ہیں اور وہ بچے کبھی بھی اپنی ماؤں کی باتیں نہیں مانتے بلکہ غیر شعوری طور پر انہیں دوسروں کو دھوکہ دینے کے سبق مل جاتے ہیں۔ بعض دفعہ مائیں خود نیک بھی ہوں لیکن وہ سمجھتی ہیں یہ تو گناہ ہی کوئی نہیں، بچے کو ٹالنا معمولی بات ہے یا بچے سے کوئی وعدہ کیا اور اسے جھٹلا دیا تو اس میں کوئی خاص بڑی بات نہیں ہے۔ بچوں کے ساتھ تو اسی طرح ہوا کرتا ہے اور وہ نہیں جانتیں کہ وہ بچے کا مستقبل خود اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے برباد کر دیتی ہیں۔"

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمَار یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 252-253)

پھر آپؒ نے فرمایا:

> ''پس آئندہ کی قوم آپ کے پاؤں سے وابستہ ہو چکی ہے، آئندہ کی نسل آپ کے قدموں سے وابستہ ہو چکی ہے۔ اس کے لیے اس دنیا میں جنت چھوڑیں تو دیکھیں کہ یقیناً اللہ کے فضل کے ساتھ ان کی اخروی جنت کی بھی ضمانت مہیا ہو جائے گی۔''

(اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخُمَار یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول, جلد دوم, صفحہ 253)

پیاری بہنو! ان تمام اقتباسات سے ہم تمام احمدی ماؤں پر اس حدیث کا مطلب خوب اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا کہ قدموں کے نیچے جنت سے مراد صرف زبانی کلامی بلند درجہ کا ذکر نہیں بلکہ یہ ہم ماؤں کے اوپر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ ہم اپنے خلفاء کی ہم سے وابستہ توقعات کو پورا کرتے ہوئے اور اپنے اللہ سے رو رو کر خاص تعلق پیدا کر کے اور اس کی مدد مانگ کر ہی ایک نیک نسل پیدا کر سکتی ہیں جسے اخروی جنت کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں بھی اپنے گھر میں جنت دکھائی دیتی رہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب احمدی مائیں اپنے پیارے خلفاء کی نصائح پر عمل کر کے اپنے بچوں کو اپنے سے بہتر احمدی مسلمان بنا سکیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دعائیہ کلام بحضور ربِّ جلیل

(امتہ الکریم، اسلام آباد)

رحمٰن و رحیم عزّ و جل ذات ہے تیری
کیسے بیاں ہو حمد کہ کہاں تاب یہ میری

اے مالکِ کُل تیرے سبھی کام نیارے
سبحان ہے تُو تیرے سبھی نام پیارے

یہ دشت، یہ کہسار، یہ بادل، یہ فضائیں
لاتی ہیں تیری ذات کا پیغام ہوائیں

بگڑی ہوئی ہر بات کو تُو ہی تو بنائے
قادر، تیری قدرت کا کوئی بھید نہ پائے

دُکھ درد کے ماروں کا ہے بس تُو ہی سہارا
منجدھار میں کشتی کو دکھائے تُو کنارہ

روحانی و جسمانی مریضوں کو شِفا بخش
تُو قادرِ مطلق ہے، ہر اِک دُکھ کی دوا بخش

ہر بھٹکے ہوئے راہی کو منزل کا پتہ دے
ہر راہ کی مشکل کو تُو آسان بنا دے

دنیا تیری توحید کو پہچان لے یا رب
ہر جا تیرے اسلام کا لہرائے عَلَم اب

محبّت۔ ایک احساس

(نادیہ راجہ۔Clapham)

محبّت کا لفظ اُردو میں بھی کئی معانی رکھتا ہے۔ یہ محبّت کسی عام شئے سے بھی اور کسی خاص ہستی شخص یا شئے سے بھی ہو سکتی ہے۔ یہ معمولی بھی ہو سکتی ہے اور شدید بھی۔ محبت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً مذہبی پیار، کسی خاص رشتے سے پیار، حب الوطنی یعنی وطن کے لئے پیار، کسی فرد کے لئے پیار وغیرہ۔ محبّت ایک جذبہ کا نام بھی ہے جو کسی جاندار یا بے جان چیز کے لئے دل کی گہرائی سے پھوٹتا ہے۔

محبّت اور نفرت کا وجود انسان کے خمیر سے اُٹھتا ہے۔ جب یہ دنیا آباد ہوئی اور انسان نے زمین پر قدم رکھا تبھی سے یہ دونوں جذبات اس کی ذات سے جڑے ہوئے ہیں۔ نفرت پر تو اوصافِ جمیلہ کی مدد سے قابو پایا جاسکتا ہے لیکن محبت کے سرکش اور مُنہ زور جذبے کو لگام دینا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ دنیا کے سب ہی مذاہب اپنے ماننے والوں کو نفرت پالنے سے روکتے ہیں، لیکن کوئی محبّت کرنے سے منع نہیں کرتا۔

محبّت کا سودا ایک بار سر میں سما جائے تو انسان عقل و خرد سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ کبھی لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا، شیریں فرہاد اور سسّی پنوں جیسی داستانیں بنائی جاتی ہیں۔ کبھی تاریخی قصوں میں کنیز شہزادے سے محبّت کرنے کے جرم میں زندہ دیوار میں چنوا دی جاتی ہے تو کبھی کوئی بادشاہ اپنی ملکہ کے لئے تاج محل جیسی یادگار تعمیر کرواتا ہے اور کہیں تاجِ برطانیہ کو ٹھوکر مارتا ہے۔ محبّت کے حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ محبّت کامیاب ہو جائے تو کہانی نہیں بنتی لیکن ناکام ہو جائے تو اس کا چرچہ زمانوں تک جاری رہتا ہے۔

ہماری روزمرہ کی زندگی میں محبت سے مراد وہ فطری جذبہ ہے جو خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ماں باپ کی اولاد سے اور اولاد کی ماں باپ سے محبّت۔ بہن بھائیوں کی آپس کی محبت اور یہ سب محبّتیں فطری طور پر ہر انسان میں پائی جاتی ہیں۔ ایک بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی ماں اور آس پاس موجود ہر رشتے سے اس کو فطری طور پر محبت ملتی ہے۔

سب سے طاقتور فطری محبّت وہ ہے جو ہر انسان میں قدرت نے ودیعت فرمائی ہے اور وہ ہے اپنے خالق سے اس کی مخلوق کی محبّت اور اس محبّت کا موازنہ کسی دوسری محبّت سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ان سب محبّتوں میں ایک محبت ایسی بھی ہے جو فطری ہے بھی اور نہیں بھی۔۔بس گزرتے وقت کے ساتھ "قائم" ہو جاتی ہے۔ 'قائم' ہو جانے سے یہاں میری مراد یہ ہے کہ دو انجان لوگ جو دو مختلف گھرانوں میں، مختلف حالات و واقعات میں، بعض دفعہ دو مختلف ملکوں یا ثقافتوں میں پلے بڑھے ہوتے ہیں اور اچانک سے ایک دوسرے کے ساتھ ایک رشتے میں بندھ جاتے ہیں اور ان کو تمام زندگی ایک دوسرے کے ساتھ گزارنی ہوتی ہے۔ اس رشتے کو میاں بیوی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

یہی ایک رشتہ ہے جو سب سے زیادہ انمول بھی ہے اور اُلجھا ہوا بھی۔۔۔ نازک کچّے دھاگے سا بھی ہے اور سب سے زیادہ مضبوط بھی۔۔۔وقت کے ساتھ اس محبّت میں کبھی تو اضافہ ہوتا ہے کبھی کمی۔۔ دنیا میں عاشقوں اور معشوقوں کی محبّت کے چرچے تو بہت عام ہیں لیکن میاں بیوی کی محبّت کے قصّے اور کہانیاں بہت کم ملتے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ رشتہ محبّت کا انجام ہے لیکن میرے نزدیک یہ محبّت کا آغاز ہے۔ اور سب سے سچّی اور انمول محبّت میاں بیوی کے درمیان ہی ہوتی ہے۔ آیئے اس محبّت پر ذرا غور کرتے ہیں!

جی! تو اس محبّت کا آغاز جیسا کہ میں نے کہا، نکاح یا شادی سے ہوتا ہے اور اصل کہانی اس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ وہ کہانی جو ایک مثالی محبّت اور عمدہ خاندان کی بنیاد ہوتی ہے۔

اسلامی نکاح اس بندھن کا اعلان ہے اور اس اعلان میں غالباً حکمت یہ ہے کہ مرد اور عورت جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میاں اور بیوی کے رشتے میں پروئے جاتے ہیں، نکاح کے وقت یہ عہد کریں کہ ہم ان قرآنی آیات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے نکاح کے اعلان میں تلاوت کی گئیں تا کہ ہم ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں اور اس عہد کے ساتھ ہی ان کی محبّت کا بھی آغاز ہو جاتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک ارشاد ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے دونوں کو، میاں کو بھی اور بیوی کو بھی، کس طرح ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا احساس دلایا ہے۔ فرماتا ہے ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (البقرۃ: 188) یعنی وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ یعنی آپس کے تعلقات کی پردہ پوشی جو ہے وہ دونوں کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم میں ہی خدا تعالیٰ نے جو لباس کے مقاصد بیان فرمائے ہیں وہ یہ ہیں کہ لباس ننگ کو ڈھانکتا ہے، دوسرے یہ کہ لباس زینت کا باعث بنتا ہے، خوبصورتی کا باعث بنتا ہے، تیسرے یہ کہ سردی گرمی سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔

پس اس طرح جب ایک دفعہ ایک معاہدے کے تحت آپس میں ایک ہونے کا فیصلہ جب ایک مرد اور عورت کر لیتے ہیں تو حتی المقدور یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ایک دوسرے کو برداشت بھی کرنا ہے اور ایک دوسرے کے عیب بھی چھپانے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نہ مردوں کو بھڑکنا چاہئے اور نہ ہی عورتوں کو۔ بلکہ ایسے تعلقات ایک احمدی جوڑے میں ہونے چاہئیں جو اس جوڑے کی خوبصورتی کو دوچند کرنے والے ہوں۔ ایسی زینت ہر احمدی جوڑے میں نظر آئے کہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔"

(خطبہ جمعہ)

جی! تو یہی وہ محبّت ہے جس کے آغاز کی بات ہو رہی ہے۔ اور اس محبّت کو ہم نے ایک مثالی محبّت بنانا ہے اور ایسی مثالی محبّت میاں بیوی میں قائم ہو جائے جس محبّت کے قائم کرنے کی نصیحت ہمارے خلیفۂ وقت کر رہے ہیں۔

آغاز کے بعد اب اس محبّت کے سلسلے کو تھوڑا آگے بڑھاتے ہیں جب ہم کسی سے محبّت کے دعویدار ہوتے ہیں تو وہ محبّت صرف اچھی شکل یا اچھی عادات کی محتاج نہیں ہوتی ایک سچّی محبّت میں اچھی اور بُری دونوں چیزوں کو قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں کوئی بھی چیز مکمل نہیں، اس لئے ایک دوسرے میں عیب تلاش کرنے کی بجائے ان عیبوں کو ڈھانکنے والے بنیں گے تو تب ہی ایک سچّی محبّت کی داستان قائم کر سکیں گے۔

آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے بہت ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے فرمانے لگے کہ: عائشہ! میں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں ربِّ محمد (ﷺ) کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو ربِّ ابراہیمؑ کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہاں یا رسول اللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپ ﷺ کا نام چھوڑتی ہوں (دل سے تو آپ ﷺ کی محبت نہیں جا سکتی)۔

(بخاری کتاب النکاح باب غیرۃ النساء ووجدھن بحوالہ 'عائلی مسائل اور ان کا حل')

اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے میاں بیوی کی سچّی محبّت پروان چڑھتی ہے۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوشی اور خفگی کو سمجھنے لگتے ہیں اور پھر یوں اس محبّت کی داستان آگے بڑھتی ہے۔ جب دو مختلف لوگ ایک ساتھ رہ رہے

ہوتے ہیں تو اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ ایسے میں دونوں میاں اور بیوی کو بہت سمجھداری کے ساتھ حالات پر قابو پانا چاہئے تا کہ یہ اختلافات بڑھنے نہ پائیں۔ خاص طور پر میاں کو چاہئے کہ وہ بہت صبر سے کام لیتے ہوئے ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ اور فرمایا: ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں“۔

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضور علیہ السلام اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے، بہت رنجیدہ ہوئے، بہت ناراض ہوئے اور فرمایا:

”ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے“۔ حضور علیہ السلام بہت دیر تک معاشرت نسواں کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا: ”میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے“۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 307 بحوالہ کتاب ’عائلی مسائل اور ان کا حل‘)

یہ وہ تعلیمات ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیں ہمارے پیارے رسول ﷺ نے دیں اور پھر نئے سرے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی تجدید کی۔ جہاں شوہروں کو بیویوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے وہیں بیویوں کو بھی اپنے شوہروں سے ایک خالص اور سچّی محبّت کے نمونے پیش کرنے چاہئیں۔ لیکن اسلام کے باقی احکامات اور تعلیمات کی طرح ہم اس تعلیم کو بھی کچھ بھول چکے ہیں۔ اور آج کل کی جدید دنیا کے جدید مسائل میں اُلجھ کر ہم اس سب سے منفرد محبّت کو بھول چکے ہیں۔ اور یہ سب ہمیں پرانے وقت کی یا کتابی اور افسانوی باتیں لگنے لگی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہر محبّت کرنے والوں کے درمیان ایک ظالم سماج بھی ہوتا ہے۔ میاں بیوی کی محبّت میں یہ ظالم سماج وہ دونوں خود ہی ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ان کے ارد گرد کے رشتے بھی ظالم سماج بن کر اس محبّت کے دشمن بن جاتے ہیں۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ شادی دو لوگوں کی نہیں بلکہ دو گھرانوں کی بھی ہوتی ہے اس لئے میاں بیوی جب ایک عہد کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بندھ گئے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا عہد کیا تو پھر یہ دونوں کا فرض بنتا ہے کہ اپنی اس محبّت میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا بھی خیال رکھیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو سوچیں پھر تو یہ محبّت بہت ہی قابل رشک ہو جائے گی کہ جس میں ایک دوسرے کا بھی خیال رکھ رہے ہوں گے، ایک دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی خیال رکھ رہے ہوں گے اور ان کی عزت کر رہے ہوں گے۔۔ کیسا مثالی گھرانہ قائم ہو گا!

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر فرمایا:

"کئی جھگڑے گھروں میں اس لئے ہو رہے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے رشتہ داروں کے لئے عزت اور احترام نہیں ہوتا۔ میاں اور بیوی کے سب سے قریبی رشتہ دار اس کے والدین ہیں۔ جہاں اپنے والدین سے احسان کے سلوک کا حکم ہے وہاں میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کے والدین سے بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔ بعض دفعہ خاوند زیادتی کر کے بیوی کے والدین اور قریبیوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور بعض دفعہ بیویاں زیادتی کر کے خاوندوں کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کو برا بھلا کہہ رہی ہوتی ہیں۔ تو احمدی معاشرے میں جس کو اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے کہ سلامتی پھیلاؤ، اس میں یہ باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا، اس کے بعد کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اعلیٰ اخلاق پر قائم رہنے کے طریقے بھی سکھا دیئے۔ یہ بھی بتا دیا کہ میرے سے تعلق رکھنا ہے تو اُن اعلیٰ اخلاق کو اپناؤ جن کا اللہ اور اس کا رسول حکم دیتا ہے۔۔۔۔ ہر ایک کو یہ سوچنا چاہئے کہ اُس شخص سے منسوب ہونے کے بعد جس کا نام خدا تعالیٰ نے سلامتی کا شہزادہ رکھا ہے ہمیں کس قدر سلامتی پھیلانے والا اور رشتوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنے والا ہونا چاہئے۔

پس ہر احمدی کو اپنے اندر یہ احساس پیدا کرنا چاہئے کہ ہم سلامتی کے شہزادے کے نام پر بٹہ لگانے والے نہ ہوں۔ اگر ہم اپنے رشتوں کا پاس کرنے والے، ان سے احسان کا سلوک کرنے والے، ان کو دعائیں دینے والے، اور ان سے دعائیں لینے والے نہ ہوں گے تو ان لوگوں سے کس طرح احسان کا سلوک کر سکتے ہیں، ان لوگوں سے کس طرح احسان کا تعلق بڑھا سکتے ہیں، ان لوگوں کا کس طرح خیال رکھ سکتے ہیں جن سے رحمی رشتے بھی نہیں ہیں۔"

(خطبہ جمعہ)

یہ وہ سب نصائح ہیں جو کہ حقیقت میں سچّی محبّت قائم کرنے والی ہیں۔ ہمیں بھی اپنی ذاتی زندگیوں میں انھی نصائح پر عمل کرتے ہوئے ایک مثالی محبّت کی داستان قائم کرنی ہے تا کہ ہمارے گھر سکون اور برکت سے مزیّن ہوں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسی محبّتوں کے نمونے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یادِ رفتگاں

اُڑ گئی وہ بلبلِ باغِ بہشت۔۔

(عائشہ منہاس، Worcester Park)

زندگی اور موت لازم وملزوم ہیں۔ موت تقدیرِ مبرم ہے۔ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے، موت کے بعد کی زندگی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اس لئے موت ایک جاویداں زندگی کا پیغام ہے پھر بھی جب کوئی قریبی عزیز موت کی وادی میں اتر جاتا ہے تو غم ودکھ ہم میں سرائیت کر جاتا ہے۔ موت ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ موت اپنا وقت نہیں بتاتی، جس کی آجائے تو اسے بنا لئے جاتی نہیں۔ یہی سب سے بڑی حقیقت ہے جو زندگی کو زندگی بناتی ہے۔

23 نومبر 2012ء کی دوپہر ہماری سب سے چھوٹی بہن شہناز منہاس مولائے حقیقی سے جاملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آج شہناز، جسے ہم پیار سے چندا بلاتے تھے، ہم میں نہیں، لیکن اسکی یاد کے گہرے نقوش ہمارے دلوں پر کندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو "رحمٰن اور رحیم" ہے اپنے بندہ کو بن مانگے بے انتہا فضلوں اور انعامات سے نوازتا ہے اور اس پر بار بار رحم کرتا ہے۔ اسکی نعمتوں کا، اسکے فضلوں کا تمام عمر بھی شکر ادا کریں تو کم ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پیاروں کی جدائی کا دکھ قائم رہتا ہے، گو انسان ناشکری سے اجتناب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر ایک عظیم احسان ہمیں احمدیت عطا فرما کر کیا۔ اسکا کوئی نعم البدل نہیں۔ حسنِ اتفاق سے ننھیال و ددھیال دونوں طرف سے احمدیت کا تحفہ ہمارے نانا اور دادا کے ماموؤں کی طرف سے خاندان میں آیا تھا۔ ہمارے والد چوہدری محمد اکرم منہاس (مرحوم) کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ چندا، دس بچوں میں سب سے چھوٹی تھی۔

جب چھوٹے بھائی کے بعد چار سال تک شہناز منہاس ابھی پیدا نہ ہوئی تھی تو تب بھی گھرانا مکمل لگتا تھا۔ لیکن جب شہناز منہاس پیدا ہو گئیں تب احساس ہوا کہ ہمارا گھرانہ اس کے بغیر کس قدر نا مکمل تھا۔ کیسا بے رنگ تھا۔ گویا اسکی پیدائش سے پہلے گھرانہ اتنا نا مکمل نہ تھا، جتنا اسکے جانے کے بعد آج ہے۔

شہناز میں شروع ہی سے ایسی خوبیاں دکھتی تھیں جن سے پورا گھر منور ہوا۔ اسکا وجود نہایت بابرکت، دلکش اور خوبصورت تھا۔ کوئی نازیبا حرکت نہ تھی۔ کوئی ضد اور غصہ نہیں تھا۔ وہ انسان ہی تھی، آخر کبھی کچھ برا بھی لگتا ہو گا، مگر سب کچھ اپنے اندر سمو لیتی تھی۔ کبھی

ماحول پر کوئی سوگوار اثر نہ پڑنے دیتی، اور ہنستی مسکراتی رہتی تھی۔ سب گھر والے اور رشتہ دار اس کے دلدادہ تھے۔

شہناز ذہین ہونے کے ساتھ نہایت درجہ خوش شکل تھی۔ چہرے پر بھولپن بہت تھا۔ مزاج میں حس لطافت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ گفتگو کا انداز نہایت دلکش تھا۔ ایک اور نقش شہناز کے بچپن کا میرے ذہن پر جو ابھرتا ہے وہ ہے اسکی انتہائی ذہانت اور حاضر دماغی کا!

مجھے کبھی نہیں بھولتا کہ ایک دفعہ وہ ابھی چھوٹی ہی تھی کہ میرے گھر رہنے آئی۔ میری چھوٹی بیٹی کو حادثاتی طور پر چوٹ لگ گئی۔ میں بچی کو لے کر ہسپتال چلی گئی۔۔ شام کو معلوم ہوا کہ چندا نے کھانے میں کدوّ کو فتے بنا رکھے تھے۔ سن کر رونگٹے کھڑے ہوگئے، تین چھوٹے بچوں کے ساتھ اکیلی تھی، چولہا بھی مٹیّ کے تیل کا تھا، کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ تاہم اس کی بہادری تھی تا کہ بچوں کو بھوک سے بچا سکے لیکن میرا تو دل دہل گیا تھا۔ اور دل سے بہت دعائیں بھی نکلیں تھیں، اللہ کا کتنا احسان ہوا کہ سب خیریت رہی۔

ہماری والدہ کی طرح بے لوث خدمت شہناز کا شعار تھا۔ ہمارے والد کی وفات کے بعد بڑے بہن بھائی اپنے اپنے گھروں میں تھے۔ چندا چھوٹی تھی۔ بس اسی کو والدہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتیں۔ والدہ ذیابیطس سے بیمار رہتیں تو انکا کھانا پینا بھی اسکی ذمہ داری ہو جاتی۔ اس فرض کو بہت خوب نبھاتی۔ والدہ کی صحبت بھی زیادہ ملی، ان کی خدمت بھی زیادہ کی اور غیر محسوس طور پر ان کی تمام عادات واطوار بھی اپنالیں۔ والدہ کے ہر دم ساتھ رہنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی معتبر خواتین سے ملنے کا خوب موقع ملا۔ اور ان خواتینِ مبارکہ کی صحبت نے بھی چندا کی شخصیت کو نکھارنے کا کام کیا۔ اسے اللہ تعالیٰ اور دعا پر گہرا یقین تھا۔

شہناز کی خدمتِ خلق اور غرباء پروری کے کئی واقعات ہیں اور انداز بالکل وہی جیسے ایک ہاتھ دے تو دوسرے کو خبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ امارت سے خوب نوازا تھا۔ دل اس سے بھی زیادہ غنی تھا۔ لیکن خود نمائی، تکبّر یا احساس کبریائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ ایک دفعہ ایک رشتہ میں خالہ کے گھر گئیں تو ان کے باورچی خانہ میں پیڑھی پر بیٹھ گئی تا کہ ان کی چائے بنانے میں مدد کر سکیں۔ خالہ غربت کے مارے فکر مند ہوگئیں کہ شہناز کے کپڑے گندے ہو جائیں گے، انہوں نے جب اسے منع کیا تو شہناز نے کہا ”میں آپ کو ملنے آئی ہوں۔ کپڑوں کا کیا ہے، یہ تو دھل جائیں گے۔ آپ کے گھر آ کر بھی آپ سے علیحدہ بیٹھنے کا کیا مطلب؟“ وہ بہت متاثر ہوئیں۔

شہناز ایک باعمل احمدی خاتون تھیں اپنے بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی دعائیں سکھائیں، کھانا شروع کرنے کی دعا، سفر کی دعا، کھانا ختم کرنے کی دعا، آڑے وقت کی دعا۔ اخلاقی قدریں سکھانے کے لئے بڑوں کا ادب کرنا سکھایا، کوئی بڑا کام کر کے دے تو چھوٹے چھوٹے بچے ”جزاک اللہ“ کہہ رہے ہوتے۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ بھی یاد کروایا۔

سسرال میں اسقدر نیک نامی کمائی کہ قابل رشک ہے۔ وہاں بھی ہر کسی کی جی جان سے خدمت کی۔ کبھی تھکن کا احساس نہیں کیا، کبھی اشارۃً بھی نہیں کہا کہ ”میں تھک گئی ہوں“۔ شہناز نے ساس کا دل اس قدر موہ لیا تھا کہ ہر محفل میں وہ اپنا تعارف یہی کہہ کر کرواتیں کہ ”میں چندا کی ساس ہوں“۔

جتنا خیال اس کو اقرباء پروری کا تھا اتنا ہی احساس اسے غرباء پروری کا بھی تھا۔ اور اس کا انداز کچھ انوکھا تھا۔ وہ قریباً ہر ماہ یا کچھ وقفہ سے اپنے تمام کام کرنے والوں کی دعوتِ شیراز کرتی، ان کا مہمانوں کا سا استقبال کرتی، کھانے کی میز پر ان کو کھانا کھلاتی اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی۔ چندا کا یہ عمل میرے لئے سبق آموز تھا۔ میں نے بھی اس کی دیکھا دیکھی وقتاً فوقتاً اپنی کام کرنے والی کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا کھانا شروع کر دیا۔

حقوق العباد نبھانا خوب جانتی تھی۔ اپنے ڈرائیور کی دو تین ماہ کی بیٹی کو سنبھال لیتی تا اسکی والدہ اپنے گھر کے کام نمٹا لے۔ کسی کو بھی ادھار رقم چاہیئے ہو، چندا ہر وقت حاضر! کبھی دی ہوئی رقم واپس قبول کر لیتی اور کبھی بڑی خوبصورتی سے ٹال جاتی۔ دوسروں کی پردہ پوشی کا ہر دم لحاظ رکھتا۔

جب امریکہ منتقل ہو گئی تو وہاں بھی غرباء پروری جاری رہی۔ اپنے دونوں بچوں کی شادی کی تیاری شروع کرنے سے پہلے ایک خطیر رقم پاکستان مریم فنڈ میں بھجوائی تاکہ کسی غریب لڑکی کی شادی باعزت طریق سے ہو سکے۔ یہ ایک شکرانے کا نذرانہ ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ میں پیدا ہوئے جس میں مریم شادی فنڈ جیسی بابرکت سکیم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ نے شروع فرمائی۔

ایک واقعہ آپ کے گوش گزار کرتی چلوں جو کہ اسکے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام پر مضبوط ایمان کی وجہ سے ہی رونما ہوا۔ 2001ء میں اس کے شوہر نے امریکہ میں اپنا ریسٹورانٹ شروع کیا۔ شہناز نے کھانے پکانے کا کام سنبھال لیا۔ کسی وقت نوکروں کی ریل پیل میں رہنے والی شہناز، وقت کے اس تغیر کو بھی بخوبی نبھانے لگی جہاں اسے صبح سے لے کر رات دس بجے تک لگاتار کام کرنا پڑتا۔ ان کے شہر میں ایک غیر احمدی مولوی تھا جس کے حکومت کے ساتھ بہت تعلقات تھے، اس نے وہاں اپنا مدرسہ بھی کھول رکھا تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ کوئی احمدی ریسٹورانٹ کھول رہے ہیں تو اس نے اپنا مقصد حیات احمدیوں اور احمدیت کے خلاف تقریریں کرنا بنالیا اور تمام رہائشی مسلمانوں سے اس ریسٹورانٹ میں کھانا کھانے کو حرام قرار دلوانے میں کامیاب ہو گیا۔ کسی نے چندا سے کہا کہ آپ اس مولوی کی نفرت پھیلانے کی شکایت حکومت کو کیوں نہیں کرتے؟" چندا نے پرعزم لہجہ میں کہا "ہمارا کیس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے"۔ خدا کا کرنا یوں ہوا کہ اس مولوی سے کوئی ایسی نازیبا حرکت ہو گئی کہ حکومت نے اسکا مدرسہ بند کر دیا۔ آج اس شہر میں اس مولوی کا نام و نشان بھی نہیں ہے مگر چندا کا ریسٹورانٹ شاندار طریقے سے چل رہا ہے۔

میرے ذہن کے پردے پر اس کے بچپن کی ان گنت یادیں کندہ ہیں، جس بچی کو کبھی کسی چھوٹی موٹی بیماری میں بھی دوا پینا بالکل برداشت نہیں تھا، وہی بچی جب بھرپور جوانی میں کینسر کا شکار ہوئی تو اس سے متعلق ہر قسم کے علاج اور ہر قسم کی دوا کو امید، حوصلے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے برداشت کیا۔ اس دوران اسے مل کر، اس سے باتیں کر کے، اسے کام کرتے دیکھ کر یقین نہ آتا کہ اسے کینسر لاحق ہے۔ ہم بہنوں سے کہتی کہ مجھے خدا سے کوئی شکوہ نہیں، کوئی شکایت نہیں، بلکہ شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ہر قسم کے علاج کی سہولت اور توفیق دی ہے اور یہ بھی شکر کرتی ہوں کہ مجھے اس حال میں دیکھنے کو میری ماں زندہ نہیں ورنہ انہیں کس قدر تکلیف ہوتی۔ آج جب وہ نو سال کینسر سے لڑ لڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملی ہے تو بڑا کیا اور چھوٹا کیا، اپنا کیا اور غیر کیا سب اسکی وفات کو اپنا ذاتی نقصان سمجھتے ہیں۔

ہمیں چندا کی زندگی سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی دی ہے اسے اپنے رشتہ داروں کی، اپنے دوستوں کی، پرخلوص ساتھیوں اور ملنے والوں کی اور تمام بچوں بڑوں کی دل سے قدر کرنی چاہیے ورنہ وقت اچھا ہو یا برا ہو، گزر ہی جاتا ہے، یادوں کی دھول چھوڑ جاتا ہے۔ یہ دھول پھولوں جیسی مہک لئے بھی ہو سکتی ہے اور آنکھ میں کنکر چبھونے والی بھی۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے اور اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

اُمِّ مریم (علیہا السلام)

(فریدہ بشارت، Stevenage North)

قارئینِ النصرت واقف ہیں کہ وہ اِس سلسلۂ مضامین میں اُن غیر معمولی خواتین ہستیوں کا ذکر ملاحظہ فرما رہے ہیں جنہیں قرآن کریم یعنی لَوحِ محفوظ کا حصہ بنایا گیا۔ اور یوں ہمارے حکیم و دانا خدائے قادر کی لامتناہی بصارت نے اُن کے ذکر کو بنی نوع انسان کے واسطے ایک مستقل سبق کا درجہ عطا فرمایا ہے۔

اِس دفعہ کے مضمون میں ہم ایک بار پھر ایک 'ماں' کا ذکر کریں گے۔ ماں کا تذکرہ ظاہر ہے کہ صنفِ نازک کے دل کے ویسے بھی بہت ہی قریب سے گزرتا ہے اور آج جس ماں کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ تو ایک بہت ہی ممتاز حیثیت کی حامل ہیں کیونکہ وہ قرآنِ کریم کی پیش کردہ ایک بیش قیمت سنت یعنی 'وقفِ اولاد' کے حوالہ سے ہی جانی جاتی ہیں۔ یہ خاتون ہیں حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ جن کا نسب اٰلِ عمران کی لڑی سے ہے۔ قرآن کریم میں اِن نیک اور مخلص خاتون کا تذکرہ کچھ یوں آیا ہے:

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾ فَلَمَّا وَضَعَتۡہَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُہَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَ لَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ وَ اِنِّیۡ سَمَّیۡتُہَا مَرۡیَمَ وَ اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۷﴾

(سورہ اٰل عمران۔ آیت 36-37)

ترجمہ: جب عمران کی ایک عورت نے کہا اے میرے ربّ! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے یقیناً وہ میں نے تیری نذر کر دیا (دنیا کے جھمیلوں سے) آزاد کرتے ہوئے۔ پس تُو مجھ سے قبول کر لے۔ یقیناً تُو ہی بہت سننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔ پس جب اُس نے اُسے جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! میں نے تو بچی کو جنم دیا ہے۔ جبکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس چیز کو جنم دیا تھا۔ اور نر مادہ کی طرح نہیں ہوتا۔ اور (اس عمران کی عورت نے کہا) یقیناً میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، اور میں اسے اور اس کی نسل کو راندۂ درگاہ شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ)

حضرت مریم علیہا السلام اُس معزز قوم سے تھیں جن کو خدا تعالیٰ نے نبوت سمیت تمام انعامات سے بھرپور نوازا اور صرف مرد ہی نہیں بلکہ اٰلِ عمران کی عورتوں کو بھی مشرف بکلام الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایسی ہی ایک مبارک خاتون حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ذکر میں بھی ہم نے جانا تھا کہ خواتین بھی خدا تعالیٰ سے شرفِ مکالمہ پاتی ہیں۔

مندرجہ بالا آیت پر ایک اعتراض یہ اُٹھا دیا جاتا ہے کہ ان خاتون کو 'امراۃ عمران' کہا گیا ہے لیکن تاریخی شواہد اس کے برخلاف ہیں یعنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام عمران کی بیوی نہیں تھیں۔ لیکن اعتراض تو دراصل ایسا کہنے والوں کی سمجھ پر ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ کسی کو اس کے آباء و اجداد میں سے کسی بڑے بزرگ کے نام سے موسوم کرنا کیسے محلّ اعتراض ہوا!

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہودیوں اور عیسائیوں میں بزرگوں کے نام پر قوم چلتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام عمران کے بیٹے تھے پس انہی کی نسل میں سے ایک عورت تھی جس کا یہ ذکر ہے۔''

(حقائق الفرقان، صفحہ 465)

مذکورہ بالا آیت میں یہ بھی ذکر آیا ہے کہ 'لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى'

یعنی 'نر مادہ کی طرح نہیں ہوتا'

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کی بابت بھی ہمیں اِنتہائی پُر معارف نکات سے نوازا ہے۔ آپ کے مطابق یہ بات یا تو والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی کہی ہوئی ہونے کی وجہ سے کلام میں داخل ہے اور اُس صورت میں بھی مطلب واضح ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ رب کا کلام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا تھا کہ نر مادہ کی طرح نہیں ہوتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر یہ خدا کا کلام ہے تو پیشگوئی ہے کہ یہ لڑکی معمولی عورتوں سے بہت اچھی ہوگی۔۔۔۔ اللہ نے فرمایا کہ لڑکا اس لڑکی جیسا نہ ہوتا''

(حقائق الفرقان، صفحہ 466)

ذرا سوچیے خدا تعالیٰ نے کس پیارے انداز میں اس ماں کی دلجوئی فرمائی ہے جو اس بات پر پریشان تھی کہ میں نے تو وقف کی نیت کی تھی مگر یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اس بچی کی خوبیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مطالب کی تائید فرماتے ہوئے لکھا ہے:

''جب عمران کی عورت نے اپنے ہاں پیدا ہونے والی بچی (حضرت مریم علیہا السلام) کے بارہ میں کہا کہ یہ تو لڑکی ہے حالانکہ میں نے خدا تعالیٰ سے لڑکا مانگا تھا تو اللہ تعالیٰ جواباً فرماتا ہے کہ اللہ خوب جانتا

ہے کہ لڑکا اور لڑکی الگ الگ ہوتے ہیں مگر یہ بچی جو تمہیں عطا کی گئی ہے یہ عام لڑکیوں کی طرح نہیں بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھدی ہے کہ بغیر ازدواجی تعلقات کے اس کا بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔''

(تفسیرِ صغیر، صفحہ 87)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ والدہ نے لڑکی کے پیدا ہونے پر ایسا اس وجہ سے کہا کہ اُس وقت تک لڑکی کے واقفِ زندگی ہونے کا رواج نہ تھا۔(ماخوذ از حقائق الفرقان۔صفحہ 466)۔ گویا یہ سنت حضرت مریم علیھا السلام کی والدہ کے وقت سے واضح ہوئی کہ دین کی خاطر لڑکیاں بھی وقف کی جاسکتی ہیں اور وہ بھی روحانی ترقیات، خدمات اور ثمرات میں برابر کی شریک ہیں نہ کہ اسلام میں یہ سب صرف مردوں کی میراث ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے اُمِّ مریم علیھا السلام پر ہونے والا یہ کوئی پہلا یا واحد الہام نہ تھا۔ مذکورہ آیات میں یہ جو اُمِّ مریم علیھا السلام نے فرمایا کہ 'میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان کے حملہ سے تیری پناہ میں دیتی ہوں' اس کی تشریح میں حضرت مصلح موعودؓ، اُمِّ مریم علیھا السلام کے ایک اور اِلہام کا بھی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس دعا سے ظاہر ہے کہ کسی رؤیا کے ذریعہ سے اُمِّ مریم کو بتایا گیا تھا کہ اس پر اور اس کی اولاد پر شیطان حملہ کرے گا۔ فَتَدَبَّرُوا''

(تفسیرِ صغیر، صفحہ 84)

معزز قارئین، یہ کس قدر پیاری سعادت ہے کہ یہ پاکیزہ سنتِ وقفِ اولاد آج صرف جماعتِ احمدیہ میں اپنی پوری آب و تاب اور خالص روح کے ساتھ، نہ صرف جاری و ساری ہے، بلکہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ ان گنت احمدی مائیں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور استطاعت کے تحت اپنی اولادیں جماعت کے قدموں میں یہی دعائے اُمِّ مریم علیھا السلام پڑھ کر رکھ رہی ہیں۔ (فالحمد للہ علیٰ ذٰلک)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں بچوں کو وقف کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ روزانہ مجھے والدین کے خط ملتے ہیں۔ بعض دنوں میں ان کی تعداد بیس پچیس ہو جاتی ہے جس میں ماں باپ اپنے ہونے والے بچوں کو وقفِ نَو میں شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جب یہ تحریک فرمائی تھی، پہلے مستقل نہیں تھی پھر آپ نے اسے مستقل کر دیا اور جماعت نے بھی خاص طور پر ماؤں نے اس پر ہر ملک میں لبیک کہا۔۔۔۔ پیدائش سے پہلے ماں باپ یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی ہمارے ہاں پیدا ہونے والا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی اسے خدا کے لئے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے مشن کی تکمیل کے لئے جو تکمیل اشاعت ہدایت کا مشن ہے، جو اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا مشن ہے، جو خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی طرف دنیا کو توجہ دلانے کا مشن ہے، جو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی اسلامی تعلیم دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کا مشن ہے، اس کے لئے پیش کرتے ہیں۔ پس یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے جو وقفِ نَو بچوں کے والدین خاص طور پر ماں اپنے ہونے والے

بچے کی پیدائش سے پہلے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد کرتے ہوئے پیش کرتی ہے اور خلیفہ وقت کو لکھتے ہیں کہ ہم حضرت مریم کی ماں کی طرح اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتے ہوئے اپنے بچے کو وقف نَو سکیم میں پیش کر رہے ہیں کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (آل عمران:36) کہ اے میرے رب! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ یہ تو مجھے نہیں پتا کہ کیا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی لیکن جو بھی ہے میری خواہش ہے میری دعا ہے کہ یہ دین کا خادم بنے۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔ میری اس خواہش اور دعا کو قبول فرما اور اسے قبول فرما لے۔ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس میری عاجزانہ دعا بھی سن لے۔ تجھے علم ہے کہ یہ دعا میرے دل کی آواز ہے۔ یہ بچے کی ماؤں کی خواہش ہوتی ہے وقف سے پہلے اور ہونی چاہئے ایک احمدی ماں کی جب وہ اپنے بچے کو وقف نَو کے لئے پیش کرتی ہے اور اس میں باپ بھی شامل ہے۔"

خدا کرے کہ جماعت کے ہر واقفِ زندگی بچہ اور بچی کی ماں جو یہ دعا پڑھتی ہے وہ خلفائے وقت کے ارشادات کی روشنی میں اِس دعا کی اصل روح کو سمجھنے والی ہو اور والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی طرح اس کی برکات کو حاصل کرنے والی بھی۔ (آمین)

انمول موتی

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کسی کے پاس کوئی چیز ہو اور وہ اسکے دینے سے مضائقہ کرے۔ تو یہ عام لوگوں کے نزدیک بخل ہے۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں سچی بات اور مفید مشوروں کے دینے سے جو لوگ اپنے آپ کو روکیں وہ بھی بخیل ہیں۔"

(حقائق الفرقان۔ جلد دوم۔ صفحہ 22)

(ہبہ باقی، Cardiff)

بزمِ ادب میں آج ہماری مہمانِ خاص ہیں صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اُن ایک سو چالیس خدا تعالیٰ کے آسمانی نشانوں میں سے ایک نشان ہے جو آپ علیہ السلام نے اپنی کتاب **حقیقۃ الوحی** میں بیان فرمائے ہیں:

> **"سینتیسواں نشان یہ ہے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ نے حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت دی اور اس کی نسبت فرمایا کہ "تُنَشَّأُ فِی الْحِلیة" یعنی زیور میں نشوونما پائے گی۔ یعنی نہ خورد سالی میں فوت ہو گی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا"**

(روحانی خزائن جلد22۔ حقیقۃ الوحی صفحہ227)

آپؓ بہت شائستہ اور ملنسار طبیعت کی مالک تھیں۔ سراپا محبت، دعا، صبر و حوصلہ، اور حسنِ سیرت کا پیکر! گو کہ آپؓ کی زندگی کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جن کے ذکر کے لئے کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں لیکن آج بزمِ ادب میں ہم صرف ان کے ادب سے شغف اور لگاؤ کے پہلو کا ذکر نہائت اختصار سے اُجاگر کر رہے ہیں۔ اُس زمانے کے رواج کے مطابق گھر پر آپؓ کی تعلیم و تدریس کا مکمل انتظام کیا گیا۔ آپؓ نے اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان کی بھی تعلیم حاصل کی۔ آپؓ ایک بلند پایہ شاعرہ اور ادیب تھیں جن کے کلام میں بہت بے ساختگی تھی۔

ایک بار موسم ابر آلود تھا، ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، نرم نرم ہوائیں دل کو چھو رہی تھیں، اِس موسم میں آپ کو اپنے بچھڑے ہوئے پیاروں کی یاد نے تڑپا کے رکھ دیا اور آپ کے منہ سے یہ اشعار نکلے:

درد کہتا ہے بہادو خونِ دل آنکھوں سے تم
ضبط کہتا ہے نہیں آہ و فغاں بے سود ہے
خوف ہے مجھ کو کہ لگ جائے نہ اشکوں کی جھڑی
آج میرا مطلعِ دل پھر غبار آلود ہے

('مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی'۔ صفحہ106)

آپؓ کا مجموعہ کلام ”درِّعدن“ کے نام سے شائع شدہ ہے۔ آپؓ کے کلام میں تصنع اور شعر گوئی نہیں بلکہ صرف ضرورت اور وقت کے مطابق اپنے جذبات کو نظم کی شکل میں اظہار دینا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل نظم میں آپؓ نے قادیان کی یاد میں اپنی قلبی کیفیات کا اظہار یوں فرمایا:

وصل کے عادی سے گھڑیاں ہجر کی کٹتی نہیں
بارِ فرقت آپ کا کیونکر اٹھائے قادیاں
روح بھی پاتی نہیں کچھ چین قالب کے بغیر
ان کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے ہائے قادیاں

(درِّعدن۔ صفحہ2)

آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور اسوہ کو ہر ایک حقیقی فیض یاب ہونے والا اور آپ ﷺ کا سچا پیروکار حاصل اور محسوس کرتا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل اشعار حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدھا نے محض رحمتہ للعالمین ﷺ کے "عورت کی ہستی" پر گراں قدر احسانات کی یاد دہانی کے لئے کہے اور دیکھیے ہماری صنف کی کیا خوبصورت ترجمانی فرمائی ہے:

کیا تیری قدر و قیمت تھی! کچھ سوچ تری کیا عزت تھی!
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا، تا مرگ سزائیں پاتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

(درِّعدن۔ صفحہ18-19)

اب ہم حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی وہ بابرکت دعائیں تحریر کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اور روحانی اولاد کے لئے کیں:

”میرے مولا! تیرا دامنِ رحمت کبھی بھی ہاتھوں سے نہ چھوٹے، اور ہم کو بھی اور ہماری سب اولادوں کو ہماری نسلوں کو تا قیامت اپنے سچے عاشق رسول کریم ﷺ کے عاشق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی بنائے رکھنا۔ ہم جسمانی اور روحانی اولاد کہلانے کے حقیقی معنوں میں قابل رہیں۔ تیرے در سے کبھی دھتکارے نہ جائیں۔۔۔ میرے قریب ومجیب، نعم المجیب! ہم تیرے ہی ہو جائیں اور تو ہمارا ہو جائے۔ تیری رضا، تیری لازوال محبت کی دولت کا خزانہ نصیب ہو۔ آمین“

(درِّعدن۔ صفحہ101)

یاربّ یہی دعا ہے کہ ہر کام ہو بخیر
اکرام لازوال ہو انعام ہو بخیر
ہر وقت عافیت رہے ہر گام ہو بخیر
آغاز بھی بخیر ہو انجام بھی بخیر

(درّ عدن۔ صفحہ 55)

اُڑ کر کہاں کہاں نہ گیا طائرِ خیال
شاعر کو اپنے زورِ طبیعت پہ ناز ہے
دیکھو جسے غرض کہ وہی مستِ ناز ہے
وحشی بھی ہے اگر وحشت پہ ناز ہے
فانی تمام ناز ہیں باقی ہے اس کا ناز
جس کو بقا پہ ناز ہے وحدت پہ ناز ہے
جانِ جہاں! تجھی پہ تو زیبا ہے ناز بھی
یہ کیا کہ چند روز کی حالت پہ ناز ہے
کیونکر کہوں کہ ناز سے خالی ہے میرا دل
پیارے مجھے بھی تیری "محبت پہ ناز" ہے

(درّ عدن۔ صفحہ 9)

انمول موتی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ بہت دشوار گزار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مقبول نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات۔ جلد ہفتم۔ صفحہ 29)

بزمِ ادب

دن آج کب ڈھلے گا۔ کب ہو گا ظہورِ شب
ہم کب کریں گے چاک گریباں حضورِ شب

(ستارہ جمیل، از کلام طاہر)

ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتارِ بلا ہے
کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو!
تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سوا ہے

(فریدہ بشارت، از کلام طاہر)

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(بشریٰ لطیف، از درّ ثمین)

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے

(عاصمہ بدر، از درثمین)

آسمانی میں، عدو میرا زمینی، اس لئے
میں فلک پر اُڑ رہا ہوں اس کو ہے بل کی تلاش

(صدیقہ سلطانہ، از کلام محمود)

(النصرت کا یہ گوشہ قارئین کے من پسند اشعار اور ادبی اقتباسات سے سجایا جاتا ہے۔ تمام لجنہ کو دعوتِ عام ہے کہ ہمیں اپنے حسنِ انتخاب کے نمونہ جات ارسال کریں)

مکئی کے بسکٹ

(منظورہ ناہید صاحبہ، Southall)

اجزاء

مکئی کا آٹا	1 کپ
گڑ کی شکّر	½ کپ (میٹھا تیز پسند ہو تو زیادہ ڈال لیں)
مکھن	4 کھانے کے چمچ
انڈا	1 عدد
سونف	1 چائے کا چمچ

ترکیب:

تمام اشیاء کو ایک ایک کر کے ملا لیں۔

سونف ملانے سے پہلے ہلکی سی بھون کر ڈالیں۔

فرائی پین میں آئل لگا لیں یا سپرے آئل بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ بالکل ہلکا سا آئل چاہیے۔

پین گرم ہو جائے تو ایک کھانے کا چمچ بھر کر مکسچر پین میں ڈالیں۔

یاد رکھیں آنچ کسی بھی وقت تیز نہیں کرنی۔

دونوں سائیڈز اچھی طرح پکا لیں۔

سونف کی سوندھی سوندھی خوشبو آنے لگے تو بسکٹ تیار ہیں۔

گرم چائے کے ساتھ نوش فرمائیں۔